اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم

شہادت حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک غلط فہمی [illegible]

اور

شہدائے کربلا پر افترا

شہادت حسین کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ

مقدمہ
[illegible]

[illegible]

الرحیم اکیڈمی
[illegible]
کراچی

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم

شہادت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فسانے کا تحقیقی جائزہ

سبیلِ سکینہ
لطیف آباد یونٹ نمبر ۸-C1

اور

شہدائے کربلا پر افتراء رضی اللہ عنہم

شہادت حسینؓ کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

شیخ الحدیث محقق عصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مدظلہ

ناشر
ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غضنفر

[illegible]
الرحیم اکیڈمی
[illegible] پوسٹ آفس لیاقت آباد
کراچی [illegible]۵۹۰۰

کتب خانہ سلطان عالمگیر
[redacted]

جملہ حقوق طباعت بتمام و کمال بنام الرحیم اکیڈمی محفوظ ہیں

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی یا مکمل و جزوی کسی قسم
کی اشاعت ادارہ کی تحریری اجازت کے بغیر نہیں کی جا سکتی ہے۔

نام کتاب "اکابر صحابہ اور شہدائے کربلا پر افتراء"
مصنف محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ
ناشر ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
پوسٹ ایڈریس الرحیم اکیڈمی 7 ، A7 اکرام آباد ناظم آباد
لیاقت آباد کراچی 75900= ٹیلیفون=4913916
مطبع قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی
طبع چہارم ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء
تعداد ۱۰۰۰
قیمت ۵۰ روپے

ملنے کے پتے

- ❋ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ❋ درخواستی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ❋ مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ❋ مکتبہ لدھیانوی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ❋ مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ کراچی
- ❋ عثمانی کتب خانہ جونا مارکیٹ کراچی
- ❋ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
- ❋ مکتبہ مجیدیہ ملتان
- ❋ مکتبہ تبلیغ الاسلام عیدگاہ روڈ حیدرآباد
- ❋ مدنی اکیڈمی عیدگاہ روڈ حیدرآباد
- ❋ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ❋ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ❋ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان
- ❋ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ بلوچستان

فہرست مضامین

- عرض ناشرین ۷
- حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قائم تنظیم ۱۶
- قاعدہ واضحہ ۱۶
- شیعہ اثنا عشریہ ۱۷
- مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف ۸
- مجلس کی تشریح و وجہ تسمیہ ۸
- اکابر صحابہ پر تہمت طرازیاں ۱۸
- کتابچہ کے اقتباسات ۱۹
- قومیت مغرب ۲۰
- حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ پر الزام ۲۰
- حضرت حسینؓ کے واقعہ کی تردید پر الزام ۲۱
- مروان کی حمایت ۲۱
- [illegible] سے حسینؓ کی شہادتؓ ۲۳
- حضرت حسنؓ کی خلافت [illegible] ۲۳
- حضرت عمرؓ پر الزام ۲۳
- حضرت عمارؓ پر الزام ۲۴
- خود ساختہ سازش ۲۵
- شہادت فاروق اعظمؓ کے متعلق غلط بیانی ۲۶
- حضرت حفصہؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ پر [illegible] ۲۶
- فاروق اعظمؓ کے قتل کا الزام حضرت علیؓ پر ۲۷

- کتابچہ کی منظر کشی پر بحث کا آغاز ۲۸
- عہد رسالت اور عہد عثمانؓ پر نظر ۲۸
- حضرت علیؓ پر افترا پردازیوں کے جوابات ۲۸
- اکابر صحابہؓ پر افترا پردازیوں کا جوابات ۲۹
- دفاع عثمانؓ میں حضرت حسنؓ اور دیگر اکابر کا زخمی ہونا ۳۲
- محمد بن ابوبکرؓ کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ۳۳
- حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے واقعہ کی حقیقت ۳۳
- بنی ہاشم کی طرف حضرت عثمانؓ کا مال و اسباب لوٹنے کی تردید ۳۸
- حضرت علیؓ کے خلیفہ برحق ہونے سے انکار ۳۹
- کتابچہ کے فرضی مآخذ کی تفصیل ۴۰
- شجاعت مروان کا دلچسپ افسانہ ۴۱
- کتب اہل سنت میں مروان کے اعزازات ۴۱
- محاصرہ حضرت عثمانؓ کا اصل سبب مروان تھا ۴۲
- ناصبیوں کے محسن ۴۳
- صحابی رسول ﷺ [illegible] ۴۳
- حضرت عثمانؓ کے قتل میں کسی صحابی کی شرکت ثابت نہیں ۴۴
- مجلس عثمان غنیؓ کی "تک بندی" ۴۵
- اکابر صحابہؓ کو یہودی ٹھہرانا ۴۸
- اس کتابچہ کی تلخیص ۴۸
- تلخیص اور اصل کا فرق ۴۹
- تاریخی تضاد ۴۹

■ "سید الشہداء" اور "امام مظلوم" ۵۰
- حضرت علیؓ کی خلافت سے انکار ۵۰
- ناصبیوں کا روافض کی ضد میں صحابہؓ کی توہین کرنا ۵۱
- روافض و نواصب کا توہین صحابہ میں ایک حکم ۵۱
- مجلس عثمان غنیؓ کا روافض کی لے میں لے ملانا ۵۲
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام سے نکالنے کی کوشش ۵۲
- دورِ حاضر کے محققین کا فریضہ ۵۲
- دوبارہ غور کی دعوت ۵۲
- صحابہ کرام کے بارے میں معتدل اہلِ سنت کا عقیدہ
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قلم سے ۵۳
- نواصب کون ہیں ۵۴
- نواصب کا خاتمہ ۵۵
- برصغیر میں ناصبیت کی تحریک ۵۹
- مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف [illegible] ۵۹
- [illegible] ۶۱
- اس داستان کے پہلے حصہ کی تنقیح ۶۸
- داستان گو کی حساب دانی ۷۶
- دوسری جہت کی تنقیح ۷۷
- تیسری جہت کی تنقیح ۸۶
■ قلم کا احترام ۹۲
- امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا ۹۵

- داستان گو کا حضرت معاویہؓ پر افتراء ۹۸
- یزید کی برأت کے سلسلے میں داستان سرائی ۱۰۲
- خاندان حسینؓ کے سامنے معذرت کرنے کا افسانہ ۱۰۷
- یزید کی جانشینی کی نرالی توجیہ ۱۰۸
- بنی ہاشم پر افتراء ۱۱۰
- حضرت حسینؓ کے بارے میں افسانہ تراشی ۱۱۱
- حضرت حسینؓ مطعون [illegible] ۱۱۹
- [illegible] ۱۲۵
- صحابی رسول اللہ ﷺ کا حضرت [illegible] ۱۲۷
- داستان کا تضاد [illegible] ۱۲۹
- حضرت علیؓ و حسینؓ کی تحقیر و توہین ۱۳۱
- ایک نئی دریافت ۱۳۲
- حضرت حسینؓ کے بارے میں [illegible] ۱۳۴
- حضرت حسینؓ [illegible] [illegible]
- [illegible] ۱۳۸
- شیعہ کا حسینؓ [illegible] ۱۴۱
- حضرت علیؓ کے بارے میں [illegible] ۱۵۱
- جن لوگوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی ان کے بارے میں اہل سنت
  کا عقیدہ ۱۵۲
- قوم سبا تقیہ سے باز آ گئی ۱۵۳
- یزید کے کرتوت حدیث کی روشنی میں ۱۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس نازک وقت اور خطرناک ترین دور میں اہل سنت جس صورت حال سے غیر شعوری طور پر دوچار ہوتے جا رہے ہیں اور جس گہری سازش کا شکار بنتے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اندر ہی اندر ”حب صحابہ“ اور ”رد شیعہ“ کا لیبل لگا کر بنیادی مذہب اہل سنت کا تحریف شدہ جدید ایڈیشن تیار کیا جا رہا ہے۔ ”خلافت راشدہ“ جیسی دینی اصطلاح جس کا خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف سے مفہوم و مصداق بالکل متعین ہے۔ اس کی اصل دینی حدود کو وسیع کر کے بے وزن و بے جا بنایا جا رہا ہے، حضرات عشرہ مبشرہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلہ میں یزید ”رحمۃ اللہ علیہ“ کو اعلیٰ عزت کا حامل بنا کر عوام پر اس کا دبدبہ و وقعت اور تعظیم و تقدس باور کرایا جا رہا ہے۔ اور حیف صد حیف کہ یہ نئی تبدیلی اور خطرناک سازش خود چند نام نہاد اہل سنت افراد ہی کے ہاتھوں انجام پا رہی ہے۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

چنانچہ فی الوقت ملک کے طول و عرض میں غیر محدود طریقہ پر ”ناصبیت“ کو ابھارنے کی کوشش جاری ہے۔ ناصبیت نے ”رافضیت“ ہی کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ جو اصولی طور پر دونوں ہی روش تمام صحابہ کے متعلق ہیں۔ رافضی اور ناصبی ”آپس میں ایک دوسرے کے خورد و کلاں بھائی بھائی ہیں، البتہ رافضی بڑے بھائی ہیں اور ناصبی چھوٹے بھائی۔

ایک مرض کا علاج دوسرے مرض کے ذریعہ کرنا عقلمندی نہیں نادانی ہے یہ تو حماقت بھی ہے اور ہلاکت کا سودا ہے۔ لہذا رفض کا علاج ناصبیت سے کرنا خود رفض کو اپنانا اور بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی کی روح کو شاد کرنا ہے۔ اب ذرا موجودہ دور کے ناصبیوں کی اس افترا پردازی پر غور فرمائیں کہ ”تمام صحابہ کرام کے سردار حضرات خلفاء راشدین

ایک دوسرے کے حریف ، اقتدار پسند اور طالب جاہ و ثروت تھے۔ چنانچہ خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے منتظر بیٹھے گھڑیاں گن رہے تھے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن عمر کو تہ تیغ کرانے کی کوشش کرتے رہے۔ حالانکہ آپ تو [illegible] ہی نہیں بلکہ اس درجہ ان کے گرویدہ و عقیدت مند تھے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو بے تابانہ دست بدعا تھے کہ کاش [illegible] میرا اعمال نامہ بھی اپنے فضل سے [illegible] ان جیسا روشن و منور بنا دے۔ آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

خیر الامۃ بعد نبیہا — حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امت
ابوبکر ثم عمر — میں سب سے افضل ابوبکر ہیں اور پھر عمر

غور فرمایئے کہ آپ سچے ہیں اور خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی انہیں ہمیشہ شیر و شکر یاد کرتے رہے۔ معلوم ہے [illegible] یا ان دونوں کو ایک دوسرے کا حریف و معاند ثابت کرنے میں [illegible] شیعوں [illegible] دونوں کے [illegible] [illegible] ان کی حقیقت [illegible] اور فرمایا [illegible] تھے [illegible] اتارے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔

دراصل شیعان علی اور بانیان مجلس خدام [illegible] شیعہ [illegible] دونوں کی منسوبہ صحابہ میں تفریق و عناد کو ہوا دیتا ہے۔ اصل مقصد ان دونوں مقدس ہستیوں کو مجروح کرنے کی غرض سے ہے۔ رد و قدح خلفائے ثلاثہ کے دشمن ہیں اور بانیان مجلس خدام حسینی شیعہ امویہ علی حسین اور ان صحابہ کے جو امیر معاویہ کے خلاف [illegible] میں حضرت مرتضیٰ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین کو [illegible]

اور اپنا قائد مانتے ہیں خواہ وہ انصار و مہاجرین و عشرہ مبشرہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حد ہو گئی بانیان مجلس کی روسیاہی کی کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے میں بھی بنی ہاشم اور حضرت علی مرتضیٰ کو ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے انتقام لے۔ تأثر یہ دیا جا رہا ہے کہ گویا تہمت عائشہ میں بھی جس سے زمین و آسمان کانپ اٹھے علیؓ حصہ دار ہیں۔ اور اگر براہ راست خود حصہ دار نہیں تو مفتری کے خاندان بنی ہاشم سے تو وابستہ ہیں ہی۔ لہذا جرم ثابت۔ گویا خاندان بنی ہاشم سے ہونا خود ایک ناقابل معافی جرم اور خطاء عظیم اور شیعیت ہے۔ حضرات علیؓ و حسنینؓ و طلحہ و زبیر جیسے اکابر صحابہ کے بارے میں جو گستاخانہ اور من گھڑت کہانیاں مجلس عثمانیؓ سے شائع کردہ اس پچھلے کتابچہ میں درج ہیں اس سے ناظرین ان بد باطن شیعوں کے دلی کھوٹ اور زیغ و الحاد کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ مجلس سے شائع کردہ تمام کتابچوں کا یہی حال ہے کہ چاندی سونے کے ورق میں لپیٹ کر زہر کی گولیاں دی جا رہی ہیں۔ جن کے پڑھنے اور صحیح باور کرنے سے آدمی خاندان رسالت سے بدظن۔ اکابر صحابہ سے بدعقیدہ اور ایمان کی حلاوت سے محروم ہو جاتا ہے

اخیر میں ہم مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مدظلہ کے شکرگزار ہیں کہ مولانا موصوف نے ہماری تحریک پر اس فتنہ کے قلع قمع کے لئے قلم اٹھایا۔ اور یہ قیمتی مقالہ لکھ کر اس مجلس کے دجل و فریب کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین خیرا۔

ترجمان احرار

علی مظہر نقوی امروہوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد

عرض ناشر

بندہ مومن کی طبیعت ساری ہی برائیوں کی طرف مائل ہو سکتی ہے۔ مگر کذب اور خیانت کی طرف اس کا میلان نہیں ہوا کرتا۔ تصدیق اور ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ صدق و امانت اس کی فطرت میں داخل ہو۔ اور کذب اور خیانت سے اس کو طبعی نفرت ہو۔ جھوٹ بولنا، دغا بازی و منافق کا شیوہ ہے مسلمان کا نہیں۔

"رفض" اور "ناصبیت" یہ دو ایسی بدعتیں ہیں جن کی بنیاد ہی کذب اور دروغ گوئی پر قائم ہے۔ غضب خدا کا تصور تو کیجئے "رافضی" اور "ناصبی" یہ دونوں فرقے "خیر امت" کے افضل ترین افراد کے بارے میں جن کے متقی ہونے کی زبان رسالت نے شہادت دی ہے اور جن کی شہادت خود قرآن پاک میں جا بجا مذکور ہے کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور کیسی کیسی افترا پردازی اور بہتان طرازی کرتے ہیں۔ رافضی حضرات صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہتے ہیں کہ۔ العیاذ باللہ ان سے بیعت کرنے والے مسلمان نہیں منافقین تھے حضورؐ نے علیؓ کو خلیفہ اور امام بنایا تھا ان تینوں حضرات نے تخت خلافت پر زبردستی قبضہ جمایا تھا اور

خلافت تو اصل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا اور وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل تھے۔ یہ لوگ ان حضرات ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور ان سے بخوشی بیعت کرنے والے تمام اصحاب کرام کو سرے سے مومن ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان سب کو منافق سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس جھوٹ کو سچ باور کرنے سے بچائے آمین۔

اسی طرح ناصبی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں ان کو سبائیوں نے امام بنایا تھا، انہوں نے ہی ان سے بیعت کرکے ان کو خلیفہ کیا اور دوسروں سے بھی زبردستی ان کی خلافت کی بیعت لی۔ یاد رہے سبائیوں کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی منافق تھا جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے بظاہر اسلام کا دم بھرتا تھا۔ ناصبیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی، بلکہ ان کا دور حکمرانی ہنگامہ پروری اور فتنہ و فساد کا دور تھا جس میں ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ارزانی تھی۔ خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد دوبارہ اس وقت شروع ہوا جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا، ان کا بیٹا یزید بھی خلیفہ راشد تھا مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبائیوں کے ورغلانے میں آکر خلیفہ برحق یزید کے خلاف بغاوت کردی۔ آخر اپنے کئے کی سزا کو پہنچے، حرہ میں جن صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قتل عام ہوا وہ بھی سب باغی تھے جو یزید کی فوج کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باغی

ان ناصبیوں کے خلیفہ راشد یزید علیہ ما علیہ کے "محلّی الحرم" یعنی حرمِ الٰہی میں الحاد کے داعی تھے اس لیے مجبوراً یزید کو فوج بھیج کر حرم کعبہ کا محاصرہ کرنا پڑا، غرض ان ناصبیوں کے نزدیک یزید کے سب اقدام برحق تھے اور اس کے خلاف جس نے بھی صدائے حق بلند کی وہ حق پر نہ تھا۔

اسلامی تاریخ چونکہ ان مجرموں کا ساتھ نہیں دیتی اس لیے ان کو اب خود تاریخ گھڑنی پڑ رہی ہے۔ موجودہ دور میں اس دجل و فریب اور کذب و دروغ کی ابتدا تو محمود احمد عباسی نے "خلافت معاویہ و یزید" لکھ کر کی تھی لیکن بعد کو کمیونسٹ ملحدوں اور منکرین حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس میں خاطر خواہ اضافہ کرنا شروع کر دیا، منکرین حدیث تو دورِ اول یعنی صحابہ کی تاریخ کو بے اعتبار قرار دے کر حدیث و روایت سے اعتماد اٹھانا چاہتے ہیں اور کمیونسٹ ملحدوں کا مقصد یہ ہے کہ اہل قبلہ میں اشتعال پیدا کر کے قتل و قتال کا ایسا بازار گرم کیا جائے کہ پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بج جائے جس طرح کہ دشمنوں نے صوبائی تعصب کو ہوا دے کر مشرقی پاکستان میں کیا تھا۔

اس وقت "ناصبیت" کے پرچار کے لیے کراچی اور پنجاب دونوں جگہ مسلسل کام ہو رہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس فتنہ کی لپیٹ میں عربی مدارس بھی آ رہے ہیں، یونیورسٹی اور کالج کے شعبۂ تاریخ کے اساتذہ بھی اور بعض عوامی واعظ بھی، اس فتنہ کی زد میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عربی نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ اصل عربی ماخذوں سے رجوع نہیں کرتے تاکہ جھوٹ سچ معلوم ہو کر اصل حقیقت سامنے آ جائے۔

اسی جرم کی پیداوار ایک ادارہ "مجلس حضرت عثمان غنیؓ" کے نام سے کراچی میں قائم ہے جو آئے دن کوئی نہ کوئی کتابچہ چھاپ کر مسلمانوں میں شائع کرتا رہتا ہے جس کو پڑھ کر سادہ لوح عوام گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اسی مجلس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ جس کا نام ہے "حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کیوں اور کیسے؟" پر مسلسل تنقید "اکابر صحابہؓ پر بہتان" کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔[1]

پیش نظر کتاب "شہدائے کربلا پر افتراء" مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا علمی و تحقیقی جائزہ ہے۔ جس کا نام ہے "داستان کربلا حقائق کے آئینے میں" ان دونوں کتابچوں کے مرتب مجلس مذکورہ کے مشہور داستان گو ڈاکٹر احمد حسین کمال ہیں جو کسی زمانے میں جمعیت علماء اسلام کے ہفت روزہ جریدہ "ترجمان اسلام" کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔

اسی مجلس کا پانچواں کتابچہ "سانحۂ کربلا" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جس کا طرز بیان "داستان کربلا" سے بھی زیادہ زہریلا اور گستاخانہ ہے اور اس میں خوب دل کھول کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر جو جرح کی گئی ہے ایک مسلمان کیلئے جو صحابہ کرام اور اہل بیت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے واقف ہو صبر و تحمل کے ساتھ اس کا پڑھنا بھی دشوار ہے اور اس کے مطالعہ سے جو ذہنی اذیت اور کوفت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو جذبہ ایمانی سے سرشار ہو اس کے باوجود مولوی محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی اس کتابچہ کے بارے میں یہ فہمائش ہے کہ:

"مولانا ابو الحسین محمد عظیم الدین صاحب کا رسالہ "حادثہ کربلا"

---

[1] پہلے تنقیدہ [illegible] کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔

میں نے دیکھی ہے ۔ ماشاء اللہ بہت مفید اور نافع ہے
اہل سنت کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ سبائی بھول
بھلیوں نے جو طلسم تیار کیا ہے وہ شکست ہو اور ان کی آنکھیں
کھلیں ۔ فقط

احقر محمد اسحاق صدیقی عفا اللہ عنہ
۲۲ صفر ۱۳۹۵ھ ۔ ۶ مارچ ۱۹۷۵ء

" حادثہ کربلا " اسی " داستان کربلا " کا خلاصہ ہے اور اس کا جواب کو اس میں بھی ضرورت سے کہ دوہرایا گیا ہے اور سند کے لیے پھر مجلس ہی کے " داستان " کا تمام یہی الفاظ پیش کر دیا ہے ۔

" برصغیر کے معروف اہل قلم ، تاریخ اسکالر ڈاکٹر احمد حسین کمال لکھتے ہیں :(ص ۱۵ طبع اول و ص طبع ثانی)

" حادثہ کربلا " طبع اول پر مولوی محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کے ارشاد گرامی کے بعد " پیش لفظ " ڈاکٹر احمد حسین کمال کے قلم سے شائع ہوا ہے جس میں مجلس کے " داستان " کو صاحب سے مرتب رسالہ کے حق گنائے ہیں ۔ گویا وہی مضمون ہے :-

من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو

رسالہ " شہدائے کربلا پر افترا " مجلس حضرت عثمان غنی " کے شائع کردہ ان دونوں کتابچوں کے زہر کا تریاق ہے ۔ اور حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے امید ہے کہ جو بھی اس رسالہ کو بنظر انصاف پڑھے گا اس پر حقیقت حال آشکارا ہو جائے گی ۔ اس رسالہ کے مصنف مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

صاحب نظر کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ملک کا علمی طبقہ ان سے بخوبی واقف ہے ۔

اس رسالہ کو لکھے ہوئے اگرچہ چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا مگر اس کی طباعت کی نوبت اب تک نہ آ سکی ۔ پہلے اس مقالہ کو ایک سنی ماہنامہ میں شائع کرنے کا ارادہ تھا ۔ مدیر ماہنامہ نے کچھ عرصہ اس کو اپنے پاس اشاعت کے خیال سے رکھا مگر بعد کو مروان ویزید سے تعلق خاطر کی بنا پر اپنے دوستوں کے مشورہ پر اس کی اشاعت کی ہمت نہ کر سکے ۔ مسودہ واپس ہوا تو ایک ناشر صاحب نے مدت تک اس کو اپنے پاس دبائے رکھا آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے ان سے برآمد ہوا اور حق تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ اس کی اشاعت کا شرف حاصل کر رہے ہیں ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کو شرف قبولیت سے نوازے اور میدان حشر میں اس حقیر سی کوشش کی بدولت مصنف و ناشر اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب کی شفاعت کا مستحق بنا دے ۔ آمین

ناظرین کرام سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد اگر ان کو اس کے مضمون سے اتفاق ہو تو اس کی اشاعت و خرید میں سرگرمی دکھائیں تاکہ رد ناصبیت کے کام کو آگے جاری رکھا جا سکے ۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ ۔

ناچیز
مظفر لطیف عفی عنہ
بہ عطار شنبہ ۲۲ رذی الحجہ ۱۴۰۱ ہجری

۲۲ ستمبر
۱۹۸۲ء
لیلۃ چہارم سنہ ۱۴۰۲ھ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فتنہ عظیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولا
عدوان الا علی الظالمین والصلوٰۃ والسلام
علی سید المرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ الطاہرین
وصحبہ اجمعین

اما بعد — برصغیر پاک و ہند میں رافضیت کا وجود تو زمانۂ قدیم سے ہے لیکن زمانہ ماضی قریب میں بالخصوص اثنا عشری بھی [illegible] تھی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اس سے پہلے حکومت کے طفیل جلیل سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ کو کہ جو خوب [illegible] ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے ملحد شیعوں کا قلع قمع کیا تاہم ان قرامطہ ملحدوں کی [illegible] جماعت سے وابستہ باطنی شیعہ اب بھی ہند و پاک کے مختلف شہروں میں بکثرت کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ یہ ملحد دراصل باطنیہ یا اسماعیلی غیر مسلم ہیں۔ یہ آغا خان کو نعوذ باللہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل سمجھتے ہیں۔ صحابہ اور دین کے دشمن ہیں۔ قرآن و شریعت کو معطل کر دینے کا اپنے امام کو اختیار سمجھتے ہیں چنانچہ آغا خانیوں نے تو آج کل دین و شریعت کو بالکل معطل کر ہی رکھا ہے۔

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

"شیعہ اثنا عشری" جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی دکن میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مگر مجاہد کبیر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں دکن کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر لیا تھا تاہم جب سے ہمایوں ایران سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ اودھ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہوگئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر رافضی کے نام سے یہ لوگ الگ پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبرا و بیزاری ان کے بنیادی دین کا جزو ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے ارشاد ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امروہوی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" منظر عام پر آئی ہے [illegible] حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح روافض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے ناواقف مسلمان جن کو عباسی کی اصل غرض کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تلبیس سے کیسے کیسے خوشنما جال بچھائے ہیں۔

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مزہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی دبے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہوگئے۔ شدہ شدہ نوبت بایں جارسید کہ اس فتنہ پردازی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے مخصوص انداز فکر کو قارئین سے متعارف کرانا مقصود ہے یہ مجلس کورنگی کراچی میں حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

> "مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمانان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم و مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے" (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۲۷ اے ۱۱/۵ کورنگی ۲ کراچی

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابرین کی تنقیص و توہین میں مزہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی دبے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے۔ شدہ شدہ نوبت بایں جا رسید کہ اس فتنہ پردازی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط اندازِ فکر کا قارئین سے تعارف کرانا مقصود ہے یہ مجلس کورنگی کراچی میں حضرت عثمان غنی کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

> "مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو موثر طور پر زائل کرنے اور مسلم امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے، اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔" (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی کڑی ہے جو [illegible] کو کورنگی کراچی ۲ سے

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

"شیعہ اثنا عشری" جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی دکن میں "اقتدار" حاصل کرکے دینی ریاستیں قائم کرلی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ نے اپنے عہد میں دکن کی ان ریاستوں کو ختم کرکے قلمرو سلطنت میں داخل کرلیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں "ایران" سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ "اودھ" میں ان کی ریاست مستقل قائم ہوگئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر رافضی کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبرّی و بیزاری ان کے دین کا لازمہ ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امروہوی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح روافض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی ابلہ فریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تلبیس کے کیسے کیسے خوشنما جال بچھائے ہیں۔

سے شائع ہوئی ہے۔ کتابچہ کی قیمت ایک روپیہ بکس ہے۔ مرتب کا نام احمد حسین کمال ہے اور پتہ جمعیت الاورکی۔ سی ۱۰۳۔ کورنگی، کراچی مرقوم ہے۔ مطبع کا نام درج نہیں کیا گیا۔

لیکن اس کتابچہ کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طریقہ پر نقل کرتے ہوئے انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو اس طرح رنگ آمیزی کر کے بیان کیا جائے کہ جس سے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اصل ذمہ دار حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرار پائیں اور آپ کے ہر دو صاحبزادگان حضرات حسنینؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور ان دونوں حضرات کے صاحبزادے محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر اور حضرت عمار بن یاسر اور دیگر حضرات اہل مدینہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کا کردار بھی اس بارے میں گھناؤنا نظر آئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ پر طعنات باندھے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کو مورد طعن و ملامت بنایا جائے اور اس کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر ڈالی جائے۔ اب پہلے اس خود ساختہ افسانہ کو مختصراً مرتب ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے، پھر اس کے جھوٹ سچ کا خود ہی فیصلہ فرمائیے۔ مرتب کے الفاظ ہیں۔

قیامت صغریٰ

مدینہ کے ایک گروہ کی حوصلہ افزائی پاکر کوفہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد پر مشتمل، شرپسندوں اور باغیوں کا گروہ اچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا۔۔ حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔۔۔ شہر مدینہ کا رابطہ دوسرے شہروں سے کاٹ دیا۔ مدینہ میں سب ہی دہشت کا شکار، حضرت علی وغیرہ خاموشی کے ساتھ مدینے سے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔۔۔ اہلِ مدینہ کی بے وفائی دیکھی سے کبیدہ خاطر ہو کر۔۔۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج بجالانے کو مکہ معظمہ تشریف لے گئیں تاکہ مدینے کے افسوسناک حالات سے۔۔۔ حج کے موقع پر آئے ہوئے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مطلع کر دیں کہ مدینہ میں کون سی قیامت صغریٰ برپا ہو چکی ہے باغیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ۔۔۔ حج پر آئے ہوئے مسلمان۔۔۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آ کر ان باغیوں کی سرکوبی نہ کر دیں۔۔۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے، مدینے کے چار افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ان میں حضرت علی کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین

اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ شامل تھے۔ دروازے میں جونہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے حضرت عثمانؓ کے داماد اور کاتب مروان تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش زنی کی کارروائی سے روک سکیں، باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا، ابن النباع نے آگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا، مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انہیں دھکیل کر فاطمہ بنت اوس کے مکان میں بند کر دیا۔ اور آس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کود کر کئی شرپسند حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ ان شرپسندوں کی قیادت حضرت علیؓ کا ایک سوتیلا بیٹا اور پروردہ محمد بن ابی بکر کر رہا تھا، اس محمد نے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر پیکان سے ضرب لگائی اور داڑھی پکڑ کر کھینچی۔ اس کے ایک ساتھی کنانہ بن بشر نے کان کے نچلے حصہ میں تیر مار کر حضرت عثمانؓ کے حلق سے پار کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی غافقی نے لوہے کی سلاخ سے حضرت عثمانؓ کا سر پھاڑ دیا اور اس قرآن کو ٹھوکر مار کر دور پھینک دیا جسے حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس کا تیسرا ساتھی عمرو بن حمق حضرت عثمانؓ کے

سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نو (۹) زخم لگائے۔ اس کے چوتھے ساتھی سودان بن حمران مرادی نے تلوار کا ایک بھرپور وار کر کے حضرت عثمان کا چراغ حیات گل کر دیا۔ یہ تھے وہ "تیغ زن" جنھوں نے مسلمانوں کے خلیفہ کو۔۔۔ دن دہاڑے مدینہ میں۔۔۔۔۔ بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ اس خونیں حادثہ کے بعد تین دن تک حضرت عثمان کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی...

تین دن کے بعد مغرب اور عشاء کے درمیان رات کی تاریکی میں حضرت عثمان کے چند قریبی رشتہ دار مروان وغیرہ کواڑ کے ٹوٹے ہوئے ایک تختہ پر حضرت عثمان کی لاش ڈال کر قبرستان جنت البقیع کے ایک حصہ "حش کوکب" میں لائے زبیر، ابوجہم بن حذیفہ، حسن، حکیم بن حزام، نیار بن مکرم اسلمی جنازے کے ہمراہ تھے۔ جبیر بن مطعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور رات کے اندھیرے میں نہایت خاموشی کے ساتھ حضرت عثمان کی میت کو دفن کر دیا۔

رشید ص ۴۴ تا ص ۹؛

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت

باغی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں کامیاب ہوگئے اور مدینہ میں جتنا فساد کرنا چاہتے تھے کر چکے تو اب

انھیں اس اندیشہ اور خوف نے پریشان کر دیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلمہا کے موقع پر خلیفہ کی امداد کے لئے ضرور اپیل کی ہوگی اور مسلمان ان کی اپیل پر لبیک کہہ کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے دوڑ پڑیں گے اس احساس کے پیش نظر انھوں نے اپنی حفاظت کی راہ ڈھونڈنا شروع کی وہ سب کے سب حضرت علی کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت کریں اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ (ص ۱۰)

صفحہ ۱۰ پر ہی مؤلف نے "شہادت عثمان غنیؓ پر صدمہ و الم کے جذبات" کا عنوان قائم کیا ہے اور پھر صفحہ ۱۱ تک مختلف حضرات کے مراثی سے ان اشعار کا ترجمہ پیش کیا ہے جو ان کے مرثیہ کے سلسلہ میں کہے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کرکے ان کے اشعار کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اے بنو ہاشم اپنے بھانجے کے خون آلود ہتھیار واپس دے دو، اس کا مال نہ لوٹو یہ تمھیں جائز نہیں ہے"

"بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو، عثمان کے قاتل اور اس کا مال لوٹنے والے یکساں مجرم ہیں۔" (ص ۱۵)

اور نائلہ بنت فرافصہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام جو خط لکھا تھا اس میں تحریر تھا کہ

"مدینہ والوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر کے مکان میں ہر ہر چیز کا داخلہ بند کر دیا۔ حتیٰ کہ پانی تک نہ آنے دیا۔" (ص ۱۱۵)

اور یہ بھی کہ

"اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کر رہے تھے" ص ۱۱۱

حضرت عثمانؓ کے خلاف سازش اور شہادت

"لیکن صد ہزار افسوس کہ اسلام کے خلاف خاندانِ بنی ہاشم کے ایک فرد ابی لہب اور اس کی بیوی نے عناد و سازش کا جو بیج بویا تھا اور جس پر قرآن حکیم نے سورۃ "تبت یدا" میں ان دونوں کو ملعون ٹھہرایا تھا۔ وہ بیج ایک پودے کی شکل میں مدینہ پہنچا اور پھر وہاں پروان چڑھتا رہا۔ اس کا پہلا نشانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی حضرت ابوبکر کی پیاری بیٹی اور امت کی محترم ماں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنائی گئیں۔ اور ان پر مشغول سازشیوں نے تہمت عائد کی جس کی برأت خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرمائی۔ بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر تنازع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا۔ اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور

بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی تھی۔ سازش نے پھر پھیلایا اور پر پرزے نکالے اور حضرت عثمانؓ کے خلاف کھل کر سامنے آگئی۔ جس خلیفہ نے اسلامی مملکت کو بیس..... لوگوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں..... اس خلیفہ کو دن دہاڑے دارالخلافت اور دارالرسالت شہر مدینہ میں.... بھوکا اور پیاسا تڑپا کر لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ مدینہ میں حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے اکابر اور حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے نوجوان بنی ہاشم موجود تھے۔ کیا آسمان و زمین نے اس سے زیادہ دردناک کوئی اور منظر بھی دیکھا ہوگا؟ (ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۲)

مرتب نے حضرت عثمانؓ کے کارناموں کے سلسلہ میں ایک عنوان قائم کیا۔

خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا

اور پھر اس کے ذیل میں یہ کہانی لکھی ہے۔

"خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سازش کو ناکام بنانے کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی جس کے نتیجہ میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت میں ایران کے وہ غیر مسلم ملوث تھے جو جنگی قیدی کی

حیثیت سے مدینہ آئے ۔ ۔ ۔ ۔ انھوں نے بنو ہاشم کے نوجوانوں سے ربط و ضبط بڑھایا ہرمزان نامی ایک ایرانی ۔ ۔ ۔ کے گھر پر ایرانی نومسلموں اور بنو ہاشم کے نوجوانوں کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا رہتا تھا اور ایک گروہ تشکیل پا گیا تھا ایک دن فجر کی نماز میں جبکہ ابھی کافی اندھیرا تھا اور حضرت عمر امامت فرما رہے تھے، اس گروہ کے ایک فرد فیروز ابولولوہ نے پیچھے سے زہر آلود خنجر سے حضرت عمر پر پے در پے تابڑ توڑ وار کر ڈالے اور دوسرے کئی نمازیوں کو شہید و زخمی کر دیا۔ بعد کو خود بھی خودکشی کر لی۔ اس شخص نے جس خنجر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تابڑ توڑ حملے کئے وہ ہرمزان کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش کے اصل محرک کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہ نے مشتعل ہو کر ہرمزان کو قتل کر دیا اور چند دوسرے سازشی بھی اس کی زد میں آ گئے۔ حضرت عثمان جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ ۔ ۔ ۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا جاتا۔ بنو ہاشم اور حضرت علی کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو ہرمزان کے قتل کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمروؓ بن عاص نے اس کی شدید مخالفت

کی اور سب سے تمام اصحاب رسول نے بھی اسے غلط قرار دیا۔ تاہم حضرت عثمان نے عبید اللہ بن عمر کی طرف سے خود دیت ادا کر کے مقتول کے وارثین کے ساتھ صلح و صفائی کرا دی لیکن بنو ہاشم اور حضرت علی کی طرف سے عبید اللہ بن عمر کے قتل کئے جانے پر اصرار جاری رہا حتیٰ کہ جب حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر باغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہی کی گئی کہ عبید اللہ بن عمر کو دیت پر رہا کر دینے کا حضرت عثمان کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دینے کا حکم جاری کیا گیا" (ص ۲۱ تا ص ۲۲)

مؤلف کی نظر میں خلافت عثمانی کا اصل کارنامہ یہی اس سازش کا فرو کرنا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی دینی سیاسی اور تاریخی عظمت بجا اور ان کے عظیم تر دینی کارنامے و فتوحات تسلیم لیکن حضرت عثمان نے خلیفہ ثانی حضرت عمر کی شہادت کے جس سازشانہ پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور پر حضرت عمر کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے کے اندرونی دباؤ اور مطالبے سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو گروہوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی جیسا کہ بالآخر قتل حسین کے بعد ہوئی۔ (ص ۳۹)

یہ ہے "مجلس عثمان غنیؓ" کورنگی کراچی کا پہلا کارنامہ دو ورقہ کی شکل میں انکشاف کہ امت اسلامیہ اب تک جو تاریخ پڑھتی رہی وہ سراسر غلط اور قطعاً جھوٹ ہے۔ حقیقت واقعہ وہ ہے جو اس "مجلس" کے نمائندے احمد حسین کمال کو سوجھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ "شہری آزادیاں" عطا کیں۔ (ص ۳)

ورنہ نعوذ باللہ عہد رسالت اور عہد صدیقی و عہد فاروقی میں تو کہیں دور سے بھی شہری آزادیوں کا دور دور پتہ نہیں چلتا۔

اور یہ بھی سوجھی ہے حضرت عائشہ صدیقہ پر جن لوگوں نے طوفان اٹھایا تھا وہ سب کے سب [illegible] مخلصین میں شامل تھے

> خاندان بنی ہاشم کے ایک فرد [illegible] کی بیوی کے خلاف دونوں نے سازش کا جو بیج بویا تھا۔ ۔ ۔ وہ بیج ایک پودے کی شکل میں مدینہ منورہ پہنچا اور پروان چڑھتا رہا۔ اس کا پہلا ثمر ۔ ۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر [illegible] تھیں اور [illegible] اور [illegible] جنہوں نے تہمت عائد کی۔ ۔ باقاعدہ یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔" (ص ۳۰ و ۳۱)

سمجھے آپ! یہ "افراد بنی ہاشم" کہہ کر کس پر چوٹ کی اور اس گستاخی کے جرم کو کس مقدس ہستی کے دامن پر لگایا۔ تاریخ میں افراد بنی ہاشم میں سے

سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی فرد کے بارے میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو اگرچہ ان کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے ہی دن آپ نے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔ تاہم چونکہ چھ ماہ تک آپ بالکل خانہ نشین رہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے نڈھال اور بے جان تھیں آپ ہر وقت ان کی تسلی و دلجوئی میں لگے رہتے تھے یا جمع قرآن میں مصروف رہتے تھے اور انہی ان مصروفیات کی بناء پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشوروں میں شریک نہ ہو سکتے تھے اس لیے اس خیال سے کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال فرما جانے پر پھر تجدید بیعت فرمائی تھی لیکن مجلسی عثمانی کو یہ غیب اتنی سی بات کو بڑھا کر اسی کو نزاع خلافت کا مسئلہ بناتا ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ ہوا سلسلہ نسب نشترہ سے ملا کر یک طرف تو یہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کا ڈانڈا ابولہب وہامان کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے مل جائے۔ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ پر طوفان اٹھانے میں خاندان نبوت اور بنی ہاشم میں سے کسی فرد کا ذرا سا بھی تعلق نہیں یہ سب اسی کی من گھڑت ہے۔ دوسری طرف اسی سازش کا سلسلہ دراز کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا الزام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

سرا الٹا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ ہیں۔

"بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے بہ وقت حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اسی سازشی شخص نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔" [illegible]

حالانکہ مدینہ میں ہرمزان اور دوسرے نو مسلموں کے آباد کرانے میں آپ کی کوئی سازش تھی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کسی سازش کے تحت عمل میں آئی تھی مگر کتابچہ میں یہی تحریر ہے کہ

"اسی سازشی شخص نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرا دیا۔ جب کہ نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی ناچاقی پیدا ہو گئی تھی سازش خفیہ پیرایہ سے [illegible] کیا گیا [illegible] حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے آگئی۔" [illegible]

علاوہ ازیں تاریخ [illegible] سے کہیں [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو سازش کی گئی تھی اس میں ایرانیوں کا کوئی فرد ملوث نہیں ہوا۔ مگر مرتب کتابچہ کو شکایت ہے کہ

"مدینہ کے ایک گروہ کی حوصلہ افزائی پا کر کوفہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد پر مشتمل شرپسندوں اور باغیوں کا گروہ جا بجا سے مدینہ منورہ میں پہنچ گیا۔ ۔ ۔ حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا

محاصرہ کرلیا .... مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علیؓ وغیرہ خاموشی کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے" (ص۴۴)

"ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگادی، اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے مدینہ کے جو افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے ان میں حضرت علی کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر شامل تھے" (ص۴۱)

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اصلاح حال کی کوششوں میں ذرا کمی نہیں کی۔ وہ برابر اس سلسلہ میں سرگرم بھی رہے اور ان باغیوں کو فتنہ سامانیوں سے باز آنے کی برابر فہمائش کرتے رہے سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے باغیوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی سختی سے ممانعت تھی ایسی صورت حال میں مدینہ کے رہنے والے اکابر زبانی فہمائش کے علاوہ اور کیا کرتے تاہم مزید احتیاط کی غرض سے کہ کہیں یہ مظاہرہ مقابلہ کی حد سے آگے بڑھ کر کوئی ناگوار شکل اختیار نہ کرلے ان حضرات اکابر نے اپنے اپنے لخت جگر کو (جن کے اسماء گرامی مرتب کے قلم سے بھی نکل گئے ہیں)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر متعین کر دیا۔ مظاہرین کی تیر اندازی سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کے بھی زخم لگے ان حضرات کی مدافعت کے سبب مظاہرین کو دروازے میں گھسنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ البتہ بعض شرپسند پڑوسی کے مکان سے دیوار پھاند کر اوپر پہنچ گئے اور خلیفۂ وقت کو شہید کر ڈالا۔ شور و غل میں جو لوگ دروازہ پر متعین تھے وہ بالا خانہ کی آواز نہ سن سکے جو اوپر جا کر مدد کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس سانحہ جانکاہ کا علم ہوا تو آپ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف ہی آ رہے تھے آپ نے اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا خدایا میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ پھر آپ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے تو جو لوگ حفاظت پر مامور تھے ان پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی سخت سرزنش کی کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح رونما ہوا۔ ان حضرات نے کہا ہم کیا کر سکتے تھے۔ قاتل دروازے سے نہیں گئے بلکہ مکان کی پشت سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود یہی لکھا جا رہا ہے کہ

> "اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی تھی۔ سازش نے پھر پچھلے سے پر پرزے نکالے

> اور حضرت عثمان کے خلاف نکل کر سامنے آ گئی . . . . خلیفہ کو
> دن دہاڑے . . . . مدینہ میں . . . . ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ
> مدینہ میں حضرت علیؓ ، حضرت طلحہؓ ، حضرت زبیرؓ جیسے اکابر
> اور حضرت حسینؓ ، حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے
> نوجوان بنی ہاشم موجود تھے! (ص ۳۱ و ۳۲)

مرتب کا جی چاہتا ہے کہ کسی طرح بھی ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کا داغ ان مقدس حضرات کے دامن پر لگ جائے۔ چنانچہ اس نے اسی لئے قاتلین عثمان میں محمد بن ابی بکرؓ کا تعارف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی بجائے "حضرت علی کا ایک سوتیلا بیٹا اور پروردہ" کہہ کر کرایا ہے۔ محمد بن ابی بکر کے بارے میں اتنا تو صحیح ہے کہ وہ قتل کے ارادہ سے ضرور داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی بھی پکڑی تھی، لیکن حضرت عثمان نے جب ان سے فرمایا کہ برادرزادے اگر تمہارے باپ تمہاری اس حرکت کو دیکھتے تو انہیں یہ بالکل پسند نہ آتی تو شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ انھوں نے دوسرے لوگوں کو بھی قتل سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب معاملہ قابو سے باہر ہو چکا تھا۔[1] ظاہر ہے کہ جو بے کمال اس فکر میں ہو کہ

---

[1] حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں رقمطراز ہیں:

اور بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں پیکانوں سے وار کیا وہ آپ کے حلق میں جا لگے حالانکہ صحیح یہ ہے
(باقی صفحہ آئندہ)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریک ٹھہرائے (چنانچہ اسی غرض سے اس نے عبید اللہ بن عمر کی داستان مزے لے لے کر بیان کی ہے) اس سے کس امر میں سچ بولنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

عبید اللہ بن عمر کا اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو لؤلؤ نامی مجوسی نے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا شہید کر ڈالا تو انہوں نے جوش انتقام سے بے تاب ہو کر اس کی کمسن لڑکی اور ہرمزان کو جو ایک نو مسلم ایرانی تھا اور جفینہ کو جو ایک نصرانی تھا قتل کر دیا کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشہورہ قتل میں شریک تھے جس پر حضرت ان کو ست

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر ایسا کسی اور نے کیا تھا۔ محمد بن ابی بکر تو اسی وقت شرما کر واپس لوٹ گئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے اس ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے جس کی تمہارے باپ بھی عزت کیا کرتے تھے بس اتنا سننا تھا کہ ان پر ندامت طاری ہوئی اور اپنا سا منہ لے کر واپس چلے گئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں آپ کے بھی نہ شریک ہوئے کیونکہ یہ تو تقدیری امر الٰہی پورا ہو کر رہا تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا

ویروی ان محمد بن ابی بکر طعنہ بمشاقص فی اذنہ حتی دخلت فی حلقہ و الصحیح ان الذی فعل ذلک غیرہ وانہ استحیی ورجع حین قال لہ عثمان لقد اخذت بلحیۃ کان ابوک یکرمہا فتذمم من ذلک وغطی وجہہ ورجع وحاجز دونہ فلم یفد وکان امر اللہ قدرا مقدورا وکان ذلک فی الکتاب مسطورا۔ ج ۷ ص ۱۸۵
طبع بیروت

کہ قصد ہے لیکن ان کا مقصد تحقق ہونے کو نہ آیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا۔ انھوں نے بڑی خوشامد سے تلوار ان کے ہاتھ سے لی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حرکت پر ان کو سرزنش کی تو ان کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ان کو اسی روز حوالات میں بند کر دیا گیا[1]۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عثمان اور عام مہاجرین کی رائے یہی تھی کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے[2]۔ بنو ہاشم

---

[1] دیکھو طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵۰ طبع بیروت [illegible] حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ عبیداللہ کو حوالات میں بند کر دیا جائے تاکہ آپ کے بعد جو شخص خلیفہ مقرر ہو اس کے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کرے۔

وقد کان عمر امر بسجنہ لیحکم فیہ الخلیفۃ من بعدہ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۴۸)

[2] طبقات ابن سعد میں ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مہاجرین و انصار کو طلب کر کے فرمایا مجھے اس شخص کے بارے میں جس نے دین میں رخنہ پیدا کر دیا ہے مشورہ دیجئے تو سب مہاجرین یک زبان ہو کر عبیداللہ کے قتل کرنے کے سلسلہ میں حضرت عثمان کی تائید کرنے لگے۔

فلما استخلف عثمان دعا المهاجرين والانصار فقال اشيروا علی فی قتل هذا الرجل الذی فتق فی الدين ما فتق، فاتفق المهاجرون علی کلمة واحدة يشجعون عثمان علی قتله (ج ۳ ص ۳۵۶)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بارے میں کچھ تفصیل نہیں مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے قصاص کی بجائے دیت پر معاملہ طے ہو کر قضیہ رفع دفع ہو گیا۔ اور یہ بالکل غلط ؎ ہے جو اس کتاب میں یہ درج ہے کہ

"جب حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر باغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہ کی گئی کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو دیت پر رہا کر دینے کا حضرت عثمانؓ کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دینے کا حکم جاری کیا گیا۔" (ص ۴۳)

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ

"حضرت عثمانؓ جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے عظیم سربراہ اور محمد رسول اللہ کے خاص صحابی حضرت عمرؓ کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا

؎ حافظ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں

کاش مجھے کہیں سے یہ پتہ چل جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کب عبید اللہ کے قتل کا ارادہ کیا؟ اور کب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے قتل پر قابو ملا؟ اور کب ان کو حتی فرصت ملی کہ وہ عبید اللہ کے معاملہ پر غور کرتے؟

یالیت شعری متی عزم علیٌّ علی قتل عبید اللّٰہ، ومتی تمکن علی من قتل عبید اللّٰہ ومتی تفرغ حتی ینظر فی امرہ (منہاج ج ۳ طبع قدیم ص ۱۹۲)

> جب کہ بنو ہاشم اور حضرت علی کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دیا جائے۔ (ص ۲۳)

ہرمزان وغیرہ کے بدلے میں عبید اللہ بن عمر کے قتل کا مطالبہ بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود مہاجرین و انصار کو بلا کر ان سے مشورہ طلب کیا کہ عبید اللہ کو قصاص میں کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ

> "بجائے اس کے کہ۔۔۔ حضرت عمر کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام افراد کے خلاف عمل کارروائی کا مطالبہ کیا جاتا۔" (ص ۲۳)

خود اس جھوٹ کی قلعی کھول دینے کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر واقعی کوئی سازش تھی اور بالفرض بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا مطالبہ کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو از خود اس کی باقاعدہ تحقیق کرنا چاہیے تھی اور صحابہ کو بھی ان سے مطالبہ کرنا چاہیے تھا کہ اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف عمل کارروائی کی جائے۔ بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی تحقیق نہ کریں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وقوعہ کے روز ہی اس کی تحقیق کرائی تھی کہ آپ پر حملہ کسی کی سازش کے نتیجہ میں نہیں ہوا۔" مجلس عثمان غنی کو

نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات پر اعتماد ہے اور نہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت کا فیصلہ تسلیم ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں" بلکہ فردِ جرم خود عبید اللہ بن عمر کے خلاف عائد کی گئی کہ انھوں نے اشتعال میں آ کر خونِ ناحق کا ارتکاب کیا لہٰذا مقتول کی دیت ادا کی جاتی ہے یہ ہے اسلام کے قانونِ انصاف کا تقاضا جو باجماعِ صحابہ ہوا۔ دنیا میں ایسے انصاف کی مثالیں کم ملیں گی مگر اس "بعض" پر افسوس کہ جس نے اکابر صحابہ کرام پر افترا پردازی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔

اسی طرح یہ بھی سراسر افترا، اور محض جھوٹ ہے جو ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے کہ

"بنی ہاشم اپنے بھانجے کے خون آلود ہتھیار واپس دیدو اس کا
مال دو لوٹو یہ تمھیں جائز نہیں ہے" الخ (ص ۵۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال و اسباب اور ہتھیار تو بڑی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو تمام باغیوں کے مال و اسباب لوٹنے کو بھی منع فرما دیا تھا۔ فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے قول و عمل سے اس بارے میں سند لی جاتی ہے کہ باغیوں کے مال و اسباب سے قطعاً تعرض نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فتنہ رفض کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

ظاہر ہے کہ جس "مجلسی" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس درجہ غیظ ہو کہ وہ ہر جرم کی جھوٹی تہمت حضرت ممدوح کے سر تھوپ دینے سے ذرا باک نہ کرے

اس کے نقیب سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت موصوف کو خلیفہ برحق سمجھتا محض عبث ہے اسی لئے اس کے الفاظ ہیں۔

" باغی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں
کامیاب ہوگئے اور مدینہ میں جتنا فساد وہ کرنا چاہتے تھے
کر چکے تو . . . سب کے سب حضرت علی کے گرد و پیش جمع
ہوگئے اور ان پر زور دے کر وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت
لیں۔ اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علی کے ہاتھ پر
بیعت کریں۔ (ص ۳)

لیجئے قصہ ختم حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں کے بنائے ہوئے خلیفہ اور امام تھے اہل مدینہ نے بھی مجبوراً ان سے بیعت کی۔ اہل السنۃ و الجماعت خواہ مخواہ ان کو خلیفہ برحق جانتے ہیں۔ کسی نے خوشی سے ان سے بیعت ہی نہیں کی۔ یہ بات اب تیرہ سو چالیس برس کے بعد مجلس عثمانی نے اپنی پہلی سعی و کوشش سے ثابت کر دی ہے۔

" حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں
پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو موثر
طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام
پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ جس کی پہلی خدمت آپ کے
سامنے ہے۔ (ص ۲)

اتنا سارا جھوٹ بولنے کے باوجود جرأت کا یہ عالم ہے کہ اس کتابچے کے آغاز کی تفصیل

بھی دی گئی ہے جو یہ ہے۔

قدیم مآخذ۔ الطبری، المسعودی، الیعقوبی، ابن خلدون، اخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری، التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ابوبکر محمد بن یحییٰ اشعری

جدید مآخذ۔ دائرۃ المعارف، مقالہ وفلیسو فرنز بک شلیم، ریاض النضرہ محب طبری، المحاضرات استاذ محمد خضری بک۔ عثمان بن عفان محمد رضا مصری۔

لیکن جھوٹ کے پیر کہاں کیا مجال جو کسی ایک جگہ بھی کسی کتاب کا کوئی حوالہ درج کیا ہو اور کتابوں سے مرتب کی واقفیت کا اندازہ تو اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ وہ محب طبری کی کتاب الریاض النضرہ کو جدید مآخذ میں شمار کرتا ہے

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو، اس مجلس کی شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

"مجلس عثمان غنیؓ" نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں جو فسانہ تیار کرایا ہے، اس فسانہ کی ترتیب میں اس کے مرتب جناب احمد حسین کمال نے اصل کمال یہ دکھایا ہے کہ ان اکابر صحابہ پر جو تمام امت کے نزدیک برگزیدہ ترین ہستیوں میں سے ہیں خوب دل کھول کر طعن وطنز کیا ہے۔ لیکن جس ذات شریف کی اشتعال انگیز حرکات سے یہ واقعہ خون انگیز وقوع پذیر ہوا، اس کو بطرز تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"محاصرہ کے چالیسویں دن ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی دروازے میں جوں ہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے حضرت عثمانؓ کے

دانا داور کاتب مروان تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش زنی کی کارروائی سے روک سکیں۔ باغیوں نے مروان پر حملہ کردیا۔ ابن النباع نے آگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام تمام کردیا۔ مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انہیں دھکیل کر فاطمہ بنت اوس کے مکان میں بند کردیا۔" (ص ۷۶۵)

اس امر کا تو ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی مجلس کے ممدوح شیر بہادر نے اس روز بہادری خوب دکھائی تھی۔ مگر قدرت کی اس ستم ظریفی کا کیا علاج کہ جناب مروان نے اس روز جتنے زخم کھائے سب پیچھے پیٹھ کی طرف ہی کھائے چنانچہ اس بہادری کے صلہ میں اسی روز سے تاریخ میں جناب کا لقب "مضروب القفا"* پڑ گیا اور "خیط باطل" "جھوٹ کا دھاگا" کا خطاب تو پہلے ہی سے حاصل تھا اور کیوں نہ ہوتا جناب نے اپنی ذہانت سے کارروائی ہی ایسی فرمائی تھی کہ جس سے اصلاح کی بنی بنائی صورت حال بگڑ کر فوری اشتعال پیدا ہو گیا اور پھر کسی کے سنبھالے نہ سنبھل سکا۔ اور آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں رقمطراز ہیں

وهو مروان كان اكبر	حضرت عثمان کے محاصرہ کا بڑا سبب مروان ہی تھا کیونکہ
الاسباب في حصار	اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ایک
عثمان لانه زور على	جعلی خط مصر کو روانہ کیا تھا جس میں یہ حکم تھا کہ اس وفد کو

---

* جس کی گدی پر ضرب رسیدگی ہو۔

فسار حتى كتب الى مصر	قتل کر دیا جائے (جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بقتل اولئک الوفد	طرف سے محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں مصر کی طرف ان کی
(ج ۲ ص ۵۵۹)	گورنری کا پروانہ لے کر جا رہا تھا)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

وكان كاتب الحكومة بيده	مروان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشی کا فیصلہ نویس
ومن اجله استجرت قضية	تھا آپ کی حویلی کا قضیہ جس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی،
من الدار وبسببه حصر عثمان بن	اسی کے واسطے چلا۔ اسی کے سبب سے حضرت عثمان بن عفان
عفان في داره (ج ۵ ص ۳۰۳)	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر ہی میں محصور کیا گیا۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں۔

وكان كاتب ابن عمه عثمان	مروان اپنے عم زاد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا
واليه الخاتم فخانه واجلبوا بسببه	کاتب تھا۔ اس کے پاس آپ کی مہر رہتی تھی
على عثمان ثم نجا هو	اس نے حضرت عثمان کے ساتھ خیانت کی، چنانچہ اس کے
(ج ۳ ص ۱۰۷ طبع دار [illegible]	سبب مخالفین لوگوں کو حضرت عثمان [illegible] اور
مصر)	یہ خود بچ گیا۔

لفظ "پنجتن" اب اردو ادب میں مقدس ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ کے سنتے ہی ذہن ان پانچ مقدس ہستیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جن کے اسمائے گرامی کو حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمہ اللہ نے جو کبار اولیاء میں سے ہیں اور وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے پیر طریقت ہیں، اس دعائیہ قطعہ میں نظم فرما دیا ہے۔

یارب بحق محمد و علی و زہراء   یارب بحق حسین و حسن آل عبا
از لطف بر آر حاجتم اندر دو سرا   بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

مگر اس کتابچہ کے مرتب نے بعض شیعوں کی ضد میں لفظ "پنجتن" کا استعمال ان پانچ افراد کے لئے کیا ہے جنہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل بتاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱) اور ان "پنجتن" کے زمرہ میں اس نے حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نام لیا ہے، جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں۔ چنانچہ اس کتابچہ کے الفاظ ہیں۔

"اس محمد بن ابی بکر کا تیسرا ساتھی عمرو بن حمق حضرت عثمان کے سینہ پہ چڑھ کر بیٹھ گیا، اور آپ کے سینہ پہ خنجر کے نو چرکے لگائے"۔

حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ان تمام کتابوں میں مذکور ہے جو صحابہ کے حالات میں مدون ہوئی ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ان کی وہ روایتیں موجود ہیں جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے مشرف با اسلام ہوئے تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد انہوں نے ہجرت کی تھی۔

علمائے محققین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق میں کسی صحابی کی شرکت ثابت نہیں چنانچہ علامہ عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں رقمطراز ہیں۔

فلعلہ قتل امیر المومنین عثمان	معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اکبر الکبائر و	عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل بہت بڑے کبیرہ

فانہ امام حق ووصی اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بانہ یقتل مظلوماً وقد افنی عمرہ فی طاعۃ اللہ تعالی ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، ولم یرض احد من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم فی قتلہ رضی اللہ عنہ ولم یرض بما صدر منہم ایضاً بل جماعۃ من الفساق اجتمعوا [illegible] فعلوا ما فعلوا، وانکر الصحابۃ کلھم کما ورد فی الاقتباس الصحاح، فالداخلون فی القتل او الراضون بہ فاسقون البتۃ لکن لم یکن فیھم احد من الصحابۃ کما صرح بہ غیر واحد من اھل الحدیث، [illegible] علیھم [illegible]

گناہوں سے ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ برحق تھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پہلے ہی یہ خبر دی تھی کہ یہ مظلوم قتل کئے جائیں گے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ساری عمر حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طاعت میں بسر کی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی ایک شخص بھی نہ تو ان کے قتل میں شریک تھا اور نہ ان کے قتل پر راضی تھا بلکہ فاسقوں کی ایک ٹولی نے چوروں کی طرح اکٹھا ہو کر یہ کرنا تھا کر ڈالا۔ سب صحابہ نے جیسا کہ صحاح میں آتا ہے اس فعل شنیع پر نکیر کی۔ جو لوگ بھی آپ کے قتل میں شریک ہوئے یا اس پر راضی ہوئے وہ سب یقیناً فاسق تھے۔ لیکن یہ یاد رہے) ان قاتلوں میں جیسا کہ بہت سے محدثین نے تصریح کی ہے صحابہ میں سے کوئی ایک فرد بھی شریک نہ تھا

اس کتاب کے صفحہ دوم پر یہ دو شعر بھی مرقوم ہیں۔

چوں کہ لفظ معروف خدا است عشق   دین است عشق و دین پناہ است عشق
سر داد و نداد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لا الہ است عشق

چونکہ شیعہ حضرات اپنی مجالس میں اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتے ہیں۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین — دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اس لئے "مجلس عثمان غنی" نے بھی شیعوں کے مقابلے میں یہ تک بندی کی ہے جو سراسر جذباتی ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے اگر "بنائے لا الہ" حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر "مجلس عثمان غنی" کے اس ادعا اور شیعوں کے اس ادعا میں اصولاً فرق کیا ہے؟ اور اگر شیعوں نے اس بارے میں غلو سے کام لیا ہے تو "مجلس عثمان غنی" غلو سے کب خالی رہی؟ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں یہ کہنا کہ

سر داد و نداد دست در دست یہود

کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ مرتب رسالہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جو شورش برپا ہوئی اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنو ہاشم کو ملوث قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس نے "شہادت عثمان غنی پر صحابہ کرام کے جذبات" کے زیر عنوان مختلف مراثی کا جو ترجمہ نقل کیا ہے اس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"کاش کوئی پرندہ ہی مجھے یہ خبر دیتا کہ یہ عثمان و علی کا کیا تفرقہ رونما ہو گیا"۔[1]

---

[1] حاشیہ صفحہ ۱۰ آخر صفحہ پر ملاحظہ ہو

گویا مرتب کتابچہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باہمی نزاع کا نتیجہ تھا

اسی طرح ولید بن عقبہ کی زبانی یہ نقل کیا ہے کہ

> "اے بنو ہاشم اپنے بھانجے (عثمان) کے ہتھیار واپس کر دو، اس کا مال نہ لوٹو، یہ تمہیں جائز نہیں ہے، بنی ہاشم قیادت کے حصول میں جلدی نہ کرو، عثمان کے قاتل اور اس کا مال لوٹنے والے یکساں مجرم ہیں" (ص ۵۰)

معلوم ہوا مرتب کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال اور ہتھیار لوٹنے والے سب بنو ہاشم تھے، اور وہی قیادت کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ بنو ہاشم کے سربراہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ نیز مرتب نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نائلہ کا وہ خط بھی نقل کیا ہے جو انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھا تھا اور جس میں یہ تصریح تھی کہ

> "اہل مصر نے قیادت محمد بن ابی بکر، عمار بن یاسر کے سپرد کر رکھی تھی اور ابن عُدیس، کنانہ تُجیبی"

یہ جتلانے کے لئے کہ اس کے خیال میں محمد بن ابی بکر حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حسان کا جن شعروں کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے وہ مرثیہ الحاقی ہے جس کو اہل شام نے محض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدنام کرنے کی غرض سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس مرثیہ میں شامل کر دیا ہے (ملاحظہ ہو اسد الغابہ از حافظ ابن الاثیر جزری ترجمہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیا نعوذ باللہ یہ سب کے سب یہودی تھے؟ جو یہ کہا جا رہا ہے کہ

سربراہ وہ تھا اور سب دوسرے یہود

اگر یہ سب حضرات "مجلس عثمان غنی" کے خیال میں یہودی تھے تو پھر پوچھا جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کیوں نہ کیا؟ کیا اسلام میں یہود سے جہاد کی ممانعت ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو باوجود اپنے ہمراہیوں کی قلیل تعداد ہونے کے یزیدی لشکر سے جہاد کیا تھا جو اگر کافر نہیں تو ظالم ضرور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود با اقتدار خلیفہ ہونے کے "مجلس عثمان غنی" کے مزعومہ یہودیوں کے خلاف جو اب یہودی نہیں بلکہ والعیاذ باللہ مرتد ہو چکے تھے کیوں جہاد نہ کیا! آخر مجلس مذکور گمراہی میں اس حد تک کیوں آگے بڑھ گئی ہے؟ کیا شیعوں کا انتقام حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے خاندان اور متعلقین واصحاب سے بھی لینا ضروری ہے۔ نعوذ باللہ من الضلال والاضلال۔

زیر نظر کتابچہ "حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے"۔ "مجلس عثمان غنی" کو ایسا پسند آیا اور مرغوب خاطر ہوا کہ جلد ہی مجلس نے اس کی تلخیص بھی "شہادت عثمان غنی" کے نام سے شائع کی، جو "الثریا، پرنٹنگ پریس کراچی" میں طبع ہوئی ہے اور چھوٹی تقطیع کے سولہ صفحات پر مشتمل ہے مگر اب کی بار تو ہوشیاری کا ثبوت دیا ہے کہ تلخیص کرتے وقت یہ کوشش کی ہے کہ اتنا جھوٹ بولا جائے جس کو لوگ آسانی سے

باور کر سکیں۔ اور ایسے کھلم کھلا جھوٹ اور بہتان سے احتراز کیا جائے جس کو صحیح ماننے پر کسی پڑھے لکھے انسان کا ضمیر تیار نہ ہو۔ اس تلخیص اور اصل میں بس فرق ہے تو اتنا ہی ہے۔ اصل کی طرح "تلخیص" میں بھی ان ہی تاریخی تناقضوں کی گتھی ہے۔ جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اصل میں

"حضرت عثمان کی بیعت خلافت کی تاریخ ۷ نومبر ۶۴۴ء مطابق ذی الحجہ ۲۳ ہجری دوشنبہ کے دن" (ص ۲۱)

لکھی ہے مگر "تلخیص" کے سرورق پر تاریخ "آغاز خلافت ۲ محرم ۲۴ھ" مرقوم ہے۔ دونوں تاریخوں میں جو کھلا تضاد ہے اس کا علاج شاید ڈاکٹر صاحب کے ذہن رسا میں ہوگا۔

یہ ہے "مجلس عثمان غنیؓ" کی پہلی کوشش کا جائزہ جس کا اشتہار "داستان کربلا" کے ص ۲ پر ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی اولین پیشکش
شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
تالیف ڈاکٹر محمد حسین کمال

"تاریخ اسلام کے ہولناک سانحہ سید الشہداء امام مظلومؓ اور تیسرے خلیفہ راشد سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اس درد انگیز اور سازشانہ شہادت پر ایک محققانہ مقالہ جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ کا اتحاد و اتفاق کھو کر رہ گیا۔ جس کے قصاص میں غفلت برتنے سے بعد رسول خلافت کا انتظام درہم برہم ہو گیا۔"

"سید الشہداء" اور "امام مظلوم" کے الفاظ شیعوں سے لئے گئے ہیں۔ حدیث میں "سید الشہداء" کے الفاظ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہوئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اس اشتہار سے کھلی بات واضح ہوتی ہے کہ "مجلس عثمان غنی" کے عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب خلافت پر ہی فائز نہ تھے کیونکہ

"حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص میں غفلت برتے
پھر بزور خلافت کا نظم درہم برہم رہا"

یہ اس مجلس کی پہلی کوشش ہے آج سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کیسی خطرناک کوشش ہے جو عام مسلمانوں کے ذہن کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف سے بدظن کرنے کے لئے کی جا رہی ہے اور پھر صحابہ ہی کے نام پر کی جا رہی ہے اور سنی بن کر کی جا رہی ہے۔ ہر درد مند سنی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس فریب کا پردہ چاک کرے۔ دینی جرائد اور مجلات کے مدیران اور دیگر اہل سنت ارباب قلم کو بھی اس طرف توجہ کرنا چاہیے۔ اور قبل اس کے کہ یہ فتنہ عوام میں جڑ پکڑ کر برگ و بار لائے اس کا قلع قمع ہونا چاہیے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ بعض نادان مسلمان روافض کے سب و شتم اور تبرا بازی سے تنگ آ کر جواباً الٹی ہی روش اختیار کرنا چاہتے ہیں، روافض اگر حضرات خلفاء ثلاثہ ابوبکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں اور انکی تحقیر و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے

تو ان کا بھی جی چاہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر طعن کیا جائے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحقیر کی جائے اور جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہ کر باغیوں سے جہاد کیا ہے ان پر کیچڑ اچھالی جائے۔ اب ظاہر ہے کہ تاریخ اسلام تو ان حضرات صحابہ کرام کے محاسن سے بھری ہوئی ہے پھر ان کے مطاعن و مثالب کہاں سے لائے جائیں سو اس کے لئے ان نادانوں نے اپنے پیشرو روافض کی تقلید میں جھوٹ پر کمر باندھی ہے، روافض حضرات خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں، یہ نواصب حضرت علی، حضرات حسنین اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ روافض سے کنارہ کش رہتے ہیں اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کی بکواس نہیں سنتے اسی طرح ان نواصب کی بھی کسی خرافات پر دھیان نہ دیں صحابہ کرام کی تنقیص اور تحقیر کو جہاں [illegible] دونوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں کو برا بھلا کہنا اور ان کی تحقیر کرنا درست نہیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور آپ کے جاں نثاروں اور عزیز و اقارب پر زبان درازی کتنی بڑی بات ہے ان بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا سراسر فسق اور خباثت ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس گناہ سے بچائے اور ان حضرات کی محبت اور عظمت

ہمارے دلوں میں بھی پیدا فرمائے آمین۔

مجلس عثمان غنیؓ کی اس کوشش کو غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں یہ رفض ہی کی تائید ہے کیونکہ رافضی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے مخالف تھے۔ انھوں نے ان تینوں میں سے کسی سے بھی اپنی خوشی سے بیعت نہیں کی۔ دل سے ہمیشہ ان کے مخالف ہی رہے۔ اور ان تینوں کی خلافت کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ روافض چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلا فصل، معصوم اور مفترض الطاعت مانتے ہیں اس لئے وہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ غاصب اور منافق سمجھتے ہیں۔

مگر حیف ہے مجلس عثمان غنیؓ پر کہ اس نے بھی اس کتابچے کے ذریعہ یہی ثابت کیا ہے کہ یہ رافضی جو کچھ وہ کہتے ہیں سچی بات ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی اس کی سازش میں شریک تھے۔ اسی سازش کے نتیجہ میں آپ نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینے میں آباد کرا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرا دیا۔ یہی سازش تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کھل کر سامنے آگئی اور آپ کو شہر مدینے میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ اب خود ہی سوچئے کہ کوئی رافضی بھی اس سے زیادہ اور کیا کہے گا۔ فرق بس اتنا ہے کہ روافض اپنے زعم باطل کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مخالفت کی بنا پر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کے مرتکب ہیں اور مجلس عثمان غنیؓ اپنے الزام کے مطابق اس [illegible]

واقعہ ابولہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے ملا کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس سازش میں شریک قرار دے کر نعوذ باللہ آپ کو اسلام سے خارج قرار دینا چاہتی ہے۔ پھر اس خرافات کا نام جو سراسر من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ بجائے تبلیغی تحقیقات رکھ دیا گیا دنیا میں اس سے زیادہ ظلم اور بے حیائی کی اور کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ یہ محققانہ مقالہ نہیں جھوٹا افسانہ ہے۔ موجودہ دور کے ملحدوں، کمیونسٹوں اور منکرین حدیث نے اپنی پوری توانائیاں اس بات پر صرف کر رکھی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے عقائد سے برگشتہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا پہلا اقدام یہ ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ پر ہاتھ صاف کیا جائے، اور مسلمانوں کا اعتماد اس پر سے اٹھا دیا جائے۔ تاریخ اسلام میں جو محبوب شخصیتیں ہیں ان کو مجروح کیا جائے ان کے کردار میں طرح طرح کے کیڑے نکالے جائیں، اور جو شخصیتیں نفرت کا نشان سمجھی جاتی ہیں ان کی عظمت بٹھائی جائے۔ ان کی خوبیاں گنائی جائیں۔ اسی غرض سے یہ لوگ مروان اور یزید کے دیوانے ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی عیب چینی کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا قدم حدیث و سیرت پر بے اعتمادی کا اظہار ہے۔ اور پھر قرآن پاک کی من مانی تاویلیں کر کے دین متین کو مسخ کرنا ہے۔ یہ سب اقدامات بتدریج کئے جاتے ہیں اور اس طرح کئے جاتے ہیں کہ عام آدمی کا ذہن فوری طور پر اس سازش کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور وہ شروع میں اس کو ایک اصلاحی اور تحقیقی کام سمجھنے لگتا ہے حالانکہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑے فتنہ کی بنیاد ہوتی ہے جو بالآخر الحاد اور بے دینی

پیدا کر ختم ہوتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس ناپاک کوشش کو شروع ہی میں ناکام بنا دیں تاکہ اس کے برے اثرات سادہ لوح عوام کے ذہنوں پر مرتب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان ملحدوں اور دروغ بافوں کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین یا رب العالمین۔

مجلس کے شائع کردہ اس کتابچہ پر دوبارہ غور کیجئے۔ اول سے آخر تک پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ کیا اس میں کہیں بھی کسی صحابی کے بارے میں پھیلائی جانے والی کسی بدگمانی اور غلط بیانی کو زائل کرنے کی کوئی ادنیٰ سی بھی کوشش کی گئی یا اس غلط ادعا کے برخلاف اس کتابچہ میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اہل سنت کے نزدیک امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افضل ترین فرد ہیں۔ الزام تراشی کی گئی ہے۔ اور حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر جن کا شمار "عشرہ مبشرہ" میں ہے یعنی ان دس حضرات میں جن کو جیتے جی زبانِ رسالت سے جنتی ہونے کا مژدہ ملا تھا۔ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما پر جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن طلحہ رحمہ اللہ پر طعن و طنز ہے۔ اور اس کے بعد سوچئے کہ یہ مجلس ان حضرات پر طعن و تشنیع کے ذریعہ اسلام کی کون سی خدمت انجام دینا چاہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے "تفہیمات الٰہیہ" میں عقائد اہل السنۃ والجماعۃ پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے جس میں

حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہل حق جو عقیدہ رکھتے ہیں اس کی تفصیل ان الفاظ میں سپرد قلم فرمائی ہے

ونشهد بالجنة والخير للعشرة المبشرة، وفاطمة وخديجة وعائشة والحسن والحسين رضي الله عنهم ونتولاهم ونعترف بفضلهم في الاسلام وكذا نشهد لاهل بدر واهل بيعة الرضوان وابوبكر الصديق امام حق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم

اور ہم حضرات عشرہ مبشرہ؎، حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب حضرات کے حق میں ان کے جنتی اور برگزیدہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ان کی توقیر کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بڑا درجہ ہے اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی طرح ان حضرات کے بارے میں بھی جو غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیق تھے پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خلافت نبوت کی مدت پوری ہوئی اور اس کے بعد

؎ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر فاروق (۳) عثمان ذی النورین (۴) علی مرتضیٰ (۵) ابو عبیدہ بن الجراح (۶) عبدالرحمن بن عوف (۷) طلحہ بن عبیداللہ (۸) زبیر بن العوام (۹) سعد بن ابی وقاص (۱۰) سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔ کسی فارسی شاعر نے حسب ذیل شعر میں ان حضرات کے اسماء گرامی کو نظم کر دیا ہے

دہ یار بہشتی اند قطعی   بوبکر و عمر عثمان و علی
سعد است و سعید و بوعبیدہ   طلحہ است و زبیر و عبدرحمٰن

ثم تمت الخلافة وبعده ملك
عضوض وأبو بكر رضي الله عنه
أفضل الناس بعد رسول الله
صلى الله عليه وسلم ثم عمر....
ويكف اللسان عن ذكر الصحابة
إلا بخير وهم أئمتنا وقادتنا
في الدين وسبهم حرام و
تعظيمهم واجب (ج - ا ص)

کاٹ کھانے والی بادشاہی کا دور شروع ہوا۔ اور
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد اس امت میں سب سے افضل ہیں، اور پھر آپ کے
بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ
تعالی عنہم کے بارے میں بجز ان کے ذکر خیر کے
ہم اپنی زبان بند رکھیں گے۔ وہ دین میں ہمارے
پیشوا اور مقتدا ہیں، ان کو برا کہنا حرام ہے اور ان کی
تعظیم کرنا واجب ہے

طبع مصر و [illegible] شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل،

اللہ تعالی ان تمام ملحدوں اور دروغ بافوں کے شر سے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں مسلمانوں کے ذہن کو مسموم کرنا چاہتے ہیں ساری امت محمدیہ کو بچائے آمین یا رب العالمین۔ وصلی اللہ تعالی علی سید المرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبد الرشید نعمانی
۱۰ صفر المظفر

شہداء کربلا رضی اللہ عنہم پر افتراء

شہادت حسین کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مدظلہ

ناشر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] آباد

[illegible]

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، ولا عدوان الا علی الظالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد الصادق الامین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین۔ اما بعد۔

ناصبی کون ہیں

"نواصب" "ناصبیہ" اور "اہل نصب" تاریخ میں ان لوگوں کا لقب ہے جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل و اصحاب کے خلاف بغض و عداوت کا علم بلند کر رکھا تھا چنانچہ علامہ زمخشری "اساس البلاغہ" میں لکھتے ہیں۔

ونصبت لفلان عداوۃً نصباً ومنہ الناصبۃ والنواصب واہل النصب الذین ینصبون لعلی کرم اللہ وجہہ

ناصبت لفلان کے معنی آتے ہیں کہ اس سے عداوت کھڑی کی، چنانچہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت رکھتے ہیں ان کو اسی بنا پر "ناصبیہ" "نواصب" اور "اہل النصب" کہتے ہیں۔

جس طرح روافض کا مذہب حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تبرّی و بیزاری اور ان کو طرح طرح کے مطاعن سے مطعون کرنا ہے، بعینہٖ یہی طریقہ ناصبیہ کا خلیفۂ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔

نواصب کا خاتمہ

۱۳۲ھ میں جب بنو عباس کے ہاتھوں بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور ان کا آخری حکمران مروان الحمار قتل ہو گیا۔ تو اس کے قتل کے ساتھ ہی اس مذہب نواصب کا بھی جس کو "شیعہ مروانیہ" یا "شیعہ عثمانیہ" بھی کہا جاتا ہے خاتمہ ہو گیا۔ اور پھر دنیا ان کے ناپاک وجود سے جلد ہی پاک ہو گئی۔ چنانچہ علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقریزی اپنی مشہور معروف کتاب "الخطط والآثار فی مصر والقاہرۃ والنیل وما یتعلق بہا من الاخبار" میں لکھتے ہیں۔

فلما قتل مروان وانقضت ایام بنی امیۃ ببنی العباس فی سنۃ ثلاث وثلاثین ومائۃ تعدت بجرۃ اصحاب المذھب المروانی وھم الذین کانوا یسبون علی بن ابی طالب ویتبرؤن منہ، وصاروا منذ ظھر بنو العباس یخافون القتل ویخشون ان یطلع علیھم احد الا طائفۃ کانت بناحیۃ الواحات وغیرھا فانھم اقاموا علی مذھب المروانیۃ دھراً حتی فنوا ولم یبق لھم الآن بدیار مصر وجود البتۃ۔

(ج ۲ ص ۳۵۴ طبع بولاق مصر ۱۲۷۰ھ)

جب مروان الحمار بنی امیہ کا آخری تاجدار قتل ہو گیا اور بنی امیہ کے ایام حکمرانی بنی عباس کے ہاتھوں ۱۳۲ھ میں ختم ہو گئے تو اصحاب مذہب مروانی کی چوکڑی ہی بھول گئی۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر تبرا اور سب و شتم کیا کرتے تھے اور جب سے بنی عباس کا ظہور ہوا ان کی یہ حالت ہو گئی کہ اپنے قتل سے خائف رہنے لگے اور ڈرتے رہتے کہ کہیں کسی کو ان کا علم نہ ہو جائے۔ ہاں ایک چھوٹی سی جماعت جو "واحات" وصحرائے علاقوں وغیرہ کے اطراف میں تھی، وہ ایک مدت تک مروانی مذہب پر جمی رہی۔

بالآخر وہ بھی فنا ہو گئی اور اب دیار مصر میں ان کا سرے سے کوئی وجود ہی باقی نہیں۔

برصغیر میں ناصبیت کی تحریک

اور برصغیر ہند و پاک تو ان کے وجود نامسعود سے شروع ہی سے پاک چلا آ رہا تھا، تا آنکہ حال ہی میں محمود احمد عباسی امروہوی نے "خلافت معاویہؓ و یزید" لکھ کر اس فتنہ کو نئے سرے سے ہوا دی اور اس کے مرنے کے بعد کچھ نفسانی اور منکرین حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر عباسی کے جیبی کی پشت ٹھونکی اور ان کو ناصبیت کے حق کو فروغ دینے پر لگا دیا، چنانچہ اب مختلف ناموں سے کئی تنظیمیں قائم ہو گئی ہیں جن کا کام سواد اہل سنت کو راہ اعتدال سے ہٹانا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک انجمن "مجلس حضرت عثمان غنیؓ" کراچی ہے جس کے شائع کردہ پمفلٹ کا جواب "عمل خلیفۂ ناصبی معارض"[1] کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اور اب یہ اس مجلس کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا مختصر سا جائزہ ہے۔

یہ کتابچہ بھی چھوٹی تقطیع پر ۲۲ صفحات کا ہے جس کا نام "[illegible] حقائق کے آئینہ میں" ہے۔ اس کے مرتب بھی وہی "محمد حسین کمال" ہیں [illegible] کراچی سے چھپا ہے۔ یہ سلسلہ مطبوعات "مجلس حضرت عثمان غنیؓ" کی دوسری کڑی ہے۔

مجلس عثمان غنی کا تعارف اور پروگرام

[illegible] جائزہ لینے سے پہلے مجلس کا تعارف اور پروگرام پڑھیے جو ان

---

[1] اب اس کا نام بدل کر "ناصبیت تحقیق کے بھیس میں" کر دیا گیا ہے

انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

• مجلس حضرت عثمان غنیؓ " اساس تطہیر تاریخ اور تصفیۂ اذہان کی اس تحریک کا نام ہے جس کے پیش نظر ان حضرات صحابہ کرام کے متعلق وضاع و اشرار کے نامبارک ہاتھوں مرتب کردہ تاریخی اکاذیب و اباطیل کی اصلاح اور چھان پھٹک ہے۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کے اتقیاء پیروکاروں کو اچھی طرح سے پہچان کر بغض کو اندر چھپا رکھا۔ ان کے دین کی باتیں لگا کر اطراف عالم میں اسے پھیلایا۔ لیکن چونکہ اولین اہل قلم ------ وہ ذہنی طور پر مرعوب ہو چکے تھے ان کی شوکت و حکومت ...... ان کو مقدس صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں ---- چونکہ شکست ہو چکی تھی بنابریں انہوں نے کفر و زندقہ اور جذبۂ انتقام کو نفاق کی خوشنما چادروں میں چھپا کر صدر اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہ اور محسنین امت کے حسین کردار و حقیقی خدوخال پر مفتریات و مکذوبات کی گہری تہیں جم گئیں ... تاریخ کا یہی وہ اہم گوشہ ہے۔ وہ موضوع ہے جسے انہیں تاریخی انبار سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر حتی الوسع انصاف، روایت و درایت کے اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرتب کیا اور مسلمانوں کو اس پر غور و فکر اور پھر قبول کی دعوت دیا۔ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے پیش نظر ہے....

جو اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں دیکھنے کے خواہاں ہیں اور اسلام کا سچا درد رکھتے ہیں وہ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی اس کوشش کو کامیاب بنائیں اور صداقت کے علمبردار بن کر دنیا و آخرت میں اپنا مقام بلند کریں۔

(داستان کربلا ص ۲۰ و ۲۱)

• مجلس حضرت عثمان غنیؓ " سند تطہیر تاریخ اور تصفیہ اذہان کی ایک اہم کڑی ہے

اس کا ایک نمونہ تو "اکابر صحابہ پر بہتان" میں گزرا، اب تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجلسی نے جس طرح اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں پیش کیا، درحقیقت اسے مسخ کیا ہے اس پر نظر ڈالیے!

اس کتابچہ کا نام "داستانِ کربلا" حقیقت میں اسم بامسمّیٰ ہے جو عربوں کے کاغذوں کی طرح ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر یہ داستان تیار کی گئی ہے۔ اردو ادب کے سب سے طویل افسانے "داستانِ امیر حمزہ" کی طویل و عریض اور ضخیم جلدیں اگر کسی کی نظر سے گزری ہوں اور اس نے نوشیرواں نامہ، ہرمز نامہ، کوچک باختر، بالا باختر، ایرج نامہ، طلسم ہوشربا، بقیہ طلسم ہوشربا، صندلی نامہ، تورج نامہ، لعل نامہ، طلسم خیال سکندری، طلسم اختر شیبی، طلسم زعفران زار سلیمانی وغیرہ کا مطالعہ کیا ہو تو اس کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اس طول طویل داستان میں اتنا تو سچ ہے کہ اس افسانے کے ہیرو امیر حمزہ، عمرو بن امیہ ضمری، معدی کرب، مالک اشتر، لندھور بن سعدان، نوشیرواں، بزرجمہر، افراسیاب، نمرود شاہ باختری وغیرہ کا تاریخی وجود تو بے شک تھا، ان ہیروؤں میں سے سابق چار افراد عرب سے تعلق رکھتے تھے اور بقیہ پانچ عجم سے، لیکن "داستانِ امیر حمزہ" پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی ایسا آدمی ایسا ہوگا جو اس داستان کو سچ سمجھتا ہو اور اس جھوٹ کو سچ باور کرتا ہو، خود لکھنؤ کے شیعہ داستان گو، محمد حسین جاہ اور احمد حسین قمر نے بھی جن کے قلم سے "داستانِ امیر حمزہ صاحب قران" کی طویل و ضخیم جلدیں نکلی ہیں، کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ "داستانِ امیر حمزہ صاحب قران" کی کوئی تاریخی حیثیت بھی ہے۔

مگر آفرین ہے "مجلس شبابِ علیؓ" کے اراکین اور اس مجلس کے ہیرو احمد حسین کامل بدایونی نے اپنے ہی سے گھڑ کر "داستانِ کربلا" لکھی اور اس پر بصد طمطراق دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ دروغ بے فروغ ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ داستان

"حقائق کے آئینہ" میں سپردِ قلم کی گئی ہے، یہی ہے۔

دیگراں تشنہ مے ناصح ما خشت • بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

"مجلس عثمان غنی" کے لیے تو واقعی یہ خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے ایسی کتاب چھپوا کر گھڑو کے شیعہ داستان گویوں کو بھی شرف بلاغت میں مات کر دیا۔

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

اب ذرا دل پکڑ کر اس داستان کو پڑھیے اور زاہد حسین کمال نے داستان سرائی میں جو کمال دکھایا ہے اور افسانہ طرازی میں جس جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے اسے ملاحظہ کیجیے۔

خود ساختہ "داستانِ کربلا"

"داستانِ کربلا" کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بعث اهل العراق الى الحسين الرسل والكتب يدعونه اليهم فخرج متوجها اليهم في اهل بيته وستين شخصا من اهل الكوفة صحبة۔ (البداية والنهاية، جزء ۸ ص ۵۳)

۲۲ رجب سنہ ۶۰ھ کو امیر المومنین حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ ۲۸ رجب سنہ ۶۰ ہجری کو امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی۔ شعبان ۶۰ھ میں حضرت حسینؓ اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔ اس وقت حضرت حسینؓ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

کوفہ میں رہنے والے شیعانِ علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسینؓ مدینہ سے مکہ آ کر مقیم ہو گئے ہیں تو انہوں نے آپ کے پاس یکے بعد دیگرے قاصد پر قاصد روانہ کرنے شروع کر دیے کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو خلیفہ بنانا

چاہتے ہیں۔

آپ نے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ کوفہ میں بسنے والے شیعانِ علی کے پیغامات بھی برابر آ رہے تھے حتیٰ کہ ساٹھ کوفیوں کا ایک وفد بہت سے خطوط لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ شروع کی عبارت مشہور عربی تاریخ "البدایہ والنہایہ" سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

> اہلِ عراق (کوفہ) نے حضرت حسین کے پاس قاصد پیغام اور بکثرت خطوط بھیجے کہ آپ کوفہ آ جائیں چنانچہ حضرت حسین اپنے اہلِ بیت کو لے کر ساٹھ کوفیوں کی معیت میں کوفہ روانہ ہو گئے۔"

حج کے دن ذی الحجہ کی ۸ تاریخ کو حضرت حسین مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس وقت تک امیر یزید کی خلافت کو قائم ہوئے ۶ ماہ ہو چکے تھے اور امیر یزید کے ہاتھ پر سوا عبداللہ بن زبیر اور کوفہ کے چند سو آدمیوں کے شام، عراق، مصر، عرب کے تمام مسلمان بیعت کر چکے تھے۔ اس بیعت کرنے والوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ۱۸۹ صحابہ کرام شامل تھے جو اس وقت حیات تھے۔

جب حضرت حسین اپنے قافلہ کے ساتھ قادسیہ پہنچے تو وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس سانحہ کی وجہ سے آپ دل برداشتہ ہو گئے اور واپس مکہ چلا جانا چاہا۔ لیکن جو ساٹھ کوفی ساتھ تھے، انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ضرور کوفہ چلیں۔ مسلم بن عقیل کی بات اور تھی۔ آپ کی حیثیت دوسری ہے۔ کوفہ کے شیعانِ علی

آپ کا ساتھ ضرور دیں گے۔ موضع ثعلبیہ کہ جو کوفہ جانے والے راستہ پر ہے" وہیں پر مقیم ہوئے تو جب اسکے بعد اس منزل تک کی مسافت ۔۔۔ مرحلہ میں پہنچے مسلم بن عقیل کی وفات کی خبر سن کر اور کوفیوں کی سازش جیسے دغا بازیوں، غداریوں کا احساس کر کے کچھ اسی مقام پر رک گئے جو کوفی آپ کو کربلا سے کر آئے تھے وہ کوفہ چلنے پر اصرار کرتے رہے اور آپ جانے میں تردد فرماتے رہے۔

ادھر کی حکومت کو جب آپ کے موضع ثعلبیہ میں رک جانے کی اطلاع ملی تو صورت حال معلوم کرنے کیلئے عمر بن سعد شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا...... ان دونوں نے حضرت حسین سے ملاقات کی اور آپ کا ارادہ اور منصوبہ معلوم کیا۔ آپ نے فرمایا۔

> میں کوفیوں کے بلانے اور اصرار کرنے پر کوفہ آرہا تھا ان کے سینکڑوں خطوط میرے پاس مکہ میں آئے اور متعدد قاصد بھی زبانی پیغامات لاتے رہے، میں نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو صورت حال کے جائزہ کو بھیجا تھا، تمام کوفی ہوا اب میرے ساتھ ہیں، مسلم کا خط لے کر میرے پاس آئے کہ کوفہ آجائیں، اہل کوفہ بیتابی سے آپ کے منتظر ہیں، چنانچہ ان سازشی کوفیوں کے ساتھ میں کوفہ کے لیے روانہ ہوگیا تھا مگر معلوم ہوا کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو دھوکہ سے قتل کرا دیا، اس لیے اب میرے سامنے یہی چارہ کار رہ گیا ہے کہ شام چلا جاؤں اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا معاملہ طے کر لوں۔

عمر بن سعد نے کوفہ کے گورنر ابن زیاد کو اس صورت حال سے اور حضرت حسینؓ کے ارادہ سے مطلع کر دیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے پلٹ کر لشکر بھی بھیج دی اور ساتھ ہی احتیاطاً عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستے کے ساتھ حضرت حسینؓ کے قافلہ کے ہمراہ ہونے کا حکم دیا۔ تاکہ جو کوئی حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں وہ آگے چل کر حضرت حسینؓ کو کسی اور راستہ کی طرف نہ لے جائیں یا کہیں اور شرارت نہ کھڑی کر دیں۔ تاہم یہ دستہ حسینی قافلہ سے ذرا فاصلے پر رہ کر چلا۔

مقام "[illegible]" سے حضرت حسینؓ نے کوفہ کا راستہ [illegible] چھوڑ کر [illegible] "[illegible]" اور "عذیب" کی طرف سے نکلنے والے دمشق کی راہ پر چل پڑے۔ [illegible] "قصر مقاتل" کی منزلیں طے کرکے آپ نے "الطف" کی سرسبز و شاداب زمین میں "[illegible]" کے مقام پر جہاں پانی کے چار چشمے بہتے ہیں، قیام فرمایا۔ یہی "کربلا" [illegible] کے نام سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

---

۱ یہ بھی داستان سرائی کا ایک عجوبہ ہے کہ [illegible] امام ابن اثیر تاریخ [illegible] میں لکھتے ہیں "ارض الطف کے قریب عقر کی [illegible] زمین" کربلا کہلاتی تھی۔ [illegible] اور [illegible] سے [illegible] اور نرم [illegible] زمین تھی [illegible] کی [illegible] کے نام معجم البلدان [illegible] کربلا [illegible] ص ۲۰۵ [illegible] طبع چہارم [illegible] تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں موضع "کربلا" [illegible] کا ذکر نہیں ملا۔ [illegible] داستان [illegible] کیا جس میں [illegible]

کر لیتے تھے یہ ہے قوت حضرت حسینؓ کی [illegible] دوسرے [illegible] بیان کر

معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے دن آپ کے ہمراہیوں کو بعض نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق نہ جائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے [illegible] کی طرح اہل شام سے جنگ کریں۔ آپ غصہ سے [illegible] گئے کہ آپ نے یہاں تک فرمایا۔

> "افسوس تمہیں لوگ ہو جنہوں نے میرے والد حضرت علی کو دھوکہ میں رکھا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسن کو زخمی کیا اور بیکس بنایا اور میرے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو گرفتار کرا کر قتل کرا دیا ہے جو کوئی تمہارے دھوکہ میں آ جائے بڑا احمق ہے۔"

(جلاء العیون مجلسی)

جب مخلصین کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت حسینؓ کا ان کے ساتھ [illegible] مشکل ہے [illegible] کی گرفت میں پڑ جانے کا خطرہ تھا حضرت [illegible] سزا دے کر [illegible] ساتھ ہیں اس لیے [illegible] وہ [illegible] کے [illegible] یہاں [illegible] اور [illegible] کے تمام افراد کو ہلاک کر کے [illegible] بھاگ نکل جانے کا [illegible] حضرت حسینؓ [illegible] کئی افراد کو قتل کر کے خیمہ میں شور برپا ہو گیا [illegible] خیمہ سے باہر نکل [illegible]

اور جوابی کاروائی کرنے لگے، اس شور و غل اور ہنگامہ کی آواز تو بچوں اور عورتوں نے سنی، ورنہ شمر اور عمر بن سعد بھی کیمپ کی طرف دوڑے تھے، شام کا جھٹپٹا ہو چکا تھا۔ ان سب نے اگرچہ تمام کوفیوں کو گھیر کر اور پکڑ پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ ایک آدمی بچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو سکا، لیکن اس دوران حضرت حسین کئی زخم کھا کر شہید ہو چکے تھے۔ ان کے صاحبزادے علی اکبر اور عبداللہ بھی قتل ہو گئے تھے، حضرت حسن کے تین صاحبزادے عبداللہ، قاسم، ابوبکر بھی قتل کر دیے گئے تھے، عبداللہ بن جعفر کے لڑکے عون اور محمد بھی مارے گئے تھے اور حضرت عقیل کے چاروں لڑکے جعفر، محمد، عبدالرحمن، عبداللہ اور عبداللہ ثانی بھی مارے جا چکے تھے یعنی جب تک عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حرقہ تعالی علی کو کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے، اس خاندان کے اکیس افراد حضرت حسین سمیت شہید کیے جا چکے تھے، تو بھی کوفیوں کے مارے جو گئے ایک کوفی کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ یہ ان کی ساتھ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ ہجری مطابق ۔ اکتوبر سنہ ۶۸۰ء جمعہ کے دن پیش آیا بعض روایتوں میں ہے کہ یہ سانحہ ۱۰ صفر کو "کربلا"[1] کے بجائے "نینوا" کے مقام پر پیش آیا۔ بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خاندانِ علی کی نعشوں کو اکٹھا کیا، ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔ کوفیوں کی لاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا۔ بلکہ دمشق کے بعض مورخوں نے انہیں پامال بھی کیا، تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں۔ خاندانِ علی کے

---

[1] اس نام کا کوئی تاریخی وجود نہیں۔

بچے کھچے افراد منتشر ہوئے تھے ان کو کوفہ لا کر تمام سے الگ کیا جو لوگ زخمی ہو گئے تھے
ان کا علاج کیا۔

کوفہ میں بعض شیعان علی نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات کی، اپنی ہمدردیاں جتائیں، انہیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ کہیں چلے جائیں، لیکن حضرت حسین کے صاحبزادے زین العابدین نے جنہیں زخمی کرکے کوفی یہ سمجھے تھے کہ مر چکے ہیں مگر خوش قسمتی سے وہ زندہ بچ گئے تھے، اور اب کوفہ میں ابن زیاد، عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کی سرپرستی و نگہبانی میں مقیم کر دیے گئے تھے فرمایا:

— یہ شیعہ ہو، اے دھوکا دینے والو تم ہمارے قریب مت آؤ
آئندہ ہم ہرگز تمہارے قول و قرار پر اعتبار نہیں کریں گے۔

خاندان علی کے افراد کچھ عرصہ کوفہ میں ابن زیاد کے مہمان رہے، پھر پوری حفاظت اور اکرام کے ساتھ دمشق روانہ ہو گئے، جہاں ایک مدت تک ان سب نے خلیفہ یزید کے محل میں قیام کیا، امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور واپس آکر مدینہ منورہ میں حسب سابق رہنے لگے۔

یزید نے اپنے والد حضرت معاویہ کے طریقے کے مطابق حضرت حسین کے صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان کے شاہانہ وظیفے مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔

(از ص ۹۳ تا ص ۱۰۲)

یہ ہے "جیسی حضرت عثمان غنی" یعنی مال کے "مذہب مروانی" کے کارکنان کی امام حسین کی ایک بنائی ہوئی داستان جو ابھی آپ کی نظر سے گزری۔ اس تحریر میں اس امر

کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ شیعان بنو امیہ کے خلیفہ برحق یزید بن معاویہ اور اس کے عامل گورنر عبید اللہ بن زیاد اور یزیدی لشکر کے سپہ سالار عمر بن سعد اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں پیش پیش رہنے والے شخص شمر ذی الجوشن پر کوئی قصاص کی آنچ نہ آنے پائے، کیونکہ شیعان بنی امیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے خلفاء کی نیکیاں سب اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں اور ان کے گناہ سب معاف ہیں نیز خلیفہ وقت کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے خواہ اس کا حکم صحیح ہو یا غلط۔ یہی واضح رہے کہ اس دور کے سب نواصب اگرچہ اس امر میں مختلف کوشاں ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے خلیفہ یزید کی پوری پوری تنظیم بجا لائی جائے اور اس کے تمام ظالم کارندوں کی ظالمانہ کاروائیوں پر نہ صرف یہ کہ پردہ ڈال دیا جائے بلکہ ان کا الزام مظلومین کے سر تھوپ دیا جائے۔ سانحہ کربلا کے ذمہ دار ہیں تو وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کے سر اور واقعہ حرہ کا ذمہ دار مدینہ کے حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو قرار دیا جائے اور محاصرہ کے سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر الزام عائد کیا جاتا ہے اور اس کارروائی میں اپنی کتابوں میں صحابہ [illegible] بلکہ اہل بیت [illegible] صحابہ کرام اہل بیت کا [illegible] تاکہ عوام ان کو پڑھ کر انہیں اور ان کے دھوکہ اور فریب میں آ کر اسلاف صالحین صحابہ و تابعین اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بدظن ہو جائیں لیکن چونکہ جھوٹ آخر جھوٹ ہی ہے اس لیے کسی نہ کسی مرحلے پر جا کر اس جھوٹ کی قلعی کھل ہی جاتی ہے۔

اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تنقیح

(۱) چنانچہ احمد حسین کمال ملتانی لکھتے ہیں اگرچہ حضرت حسین

رضی اللہ عنہ کا قاتل ان ساٹھ کوفیوں کو بتایا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مکہ سے چلے تھے اور راستہ بھر آپ کو ورغلانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن جب آپ ان کے ورغلانے میں نہ آئے اور امیر یزید کی بیعت کا عزم ارادہ کر لیا تو یہ ساٹھوں کوفی سمجھ گئے کہ اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے ہاتھ آنا مشکل ہے اس لیے سب کے سب نے باہم صلاح و مشورہ کر کے عصر کی نماز کے بعد ایک دم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کرام کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ معیت کئی افراد کو قتل کر ڈالا۔ عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کا حفاظتی دستہ جو کاروان اہل بیت کی حفاظت کے لیے کوفہ کی حکومت نے بھیجا تھا وہ بھی اس آفت ناگہانی سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو نہ بچا سکا مگر ان "شیعہ مورخین" "بجائے حضرت عثمان غنی" کے "امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی" کا، جس کے لیے "ناصبی" رحمہ اللہ کی لکھتے ہیں، یہ بیان ہے۔

یہ القاب [illegible] عثمانی [illegible] کے مجموعہ پر جو کتابچہ "[illegible]" کے نام سے شائع کیا ہے اس کے سرورق پر یہی الفاظ ہیں

"امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ"

ان کے علامہ ہونے کا تو راقم الحروف کو تجربہ ہے، بارہا ملاقاتیں ہوئیں اور مسلسل گفتگو رہتی تھی کہ جناب کی فارسی کی استعداد بھی ناقص ہے، عربی کا تو کیا ذکر؛ اہل علم حضرات اگر ان کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" میں انھوں نے جو عربی فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا ہے اس کا جائزہ لیں تو "علامہ صاحب" کی ساری علمی حیثیت عیاں ہو جائے گی اور ان کی "شیخ الاسلامی" کی شان معلوم کر لیں، ان کے جاننے والے اور ہیں کہ بہت سے عجیب

آپ جیسا شخص نیا بیٹا ہو کر کسی سرکاری کی غرض سے عبور کر رہے تھے وہ ہیں عامر کے قتل کی خاطر امیر المومنین یزید کے احکام کی بجا آوری یا اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کر رہے تھے، حضرت حسینؓ کی ذات یا آپ کے اہل خاندان سے انہیں کوئی ذاتی پرخاش تھی اور نہ بغض و عداوت ـــ

علاوہ ازیں خود امیر المومنین یزید کے فرمان میں ان کو صریح ہدایت تھی کہ جنگ و جدل میں اپنی طرف سے سبقت نہ کریں اور اس وقت تک تلوار نہ اٹھائیں جب تک وہ ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے اور اس حکم کی خلاف ورزی کی جسارت نہیں کر سکتے تھے ...

عمر بن سعد بن ابی وقاص سے جو قتل حسین کیا جاتا ہے جو مایوس کے بیانات کا آغاز و بعد واقعات خود پر تجزیہ کیا جائے تو یہ قول بھی کذب و افتراء ہی ثابت ہوگا ......

عمر سعد کے یہ دونوں قصد و ارادہ معاملہ کو بغیر خونریزی کے صلح

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

اپنی قوم میں اہل علم و عمل کی صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور جمعہ و جماعات کے اہتمام کا حال معلوم تو اپنی بیٹی نیز دوسروں سے قرآن کریم کے مسائل میں جو دور خیال فرماتے رہتے تھے ان کے واسطے سے دریافت کریں تو وہ آپ کو ان کے عادات و دینی کی تفصیل بتائیں گے ۔

یہاں ذہن میں رہے کہ عباسی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کی جب قسط شائع ہوئی تھی تو تمہیں سلطنت عثمانیہ خلافت تر و مرتبے ہوا اور حسین کمال کی جب یہ داستان تاریخ عمل میں آ رہی تو ستارہ حسن شیعی لازم ہیں ۔

دمشق سے لٹانا چاہتے تھے۔ دو فریق البتہ ان کے ساتھ میں حائل
اور مزاحم تھیں۔ ایک تو برادران مسلم بن عقیل کا تہیہ کہ وہ اپنے مقتول
بھائی کا انتقام لے کر رہیں گے چاہے اس میں انہیں اپنی بھی جانیں دے
دینی پڑیں۔ دوسرے ان کوفی سبائیوں کا تھا جو کوفہ سے مکہ
گئے تھے اور حسینی قافلہ کے ساتھ آرہے تھے۔ اپنے مشن کی ناکامی سے ان
کی پوزیشن جو خراب ہو چکی تھی وہ اپنی خیر اسی میں سمجھتے تھے کہ
صلح و مصالحت نہ ہونے پائے کیونکہ ان کے لیے اب کوئی اور صورت
مفر کی نہ تھی۔ کوفہ جاتے ہیں تو کیفر کردار کو پہنچتے ہیں۔ دمشق کا رُخ
کرتے ہیں تو مستوجب تعزیر ہوتے۔ لہٰذا اپنے پیش رو سبائیوں کی تقلید
کرنا چاہی جنہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ میں
مصالحت ہوتے دیکھ کر آتش جنگ مشتعل کرا دی تھی۔۔۔۔ چنانچہ ان دونوں
کی ساری کوشش اب اس بات پر تھی کہ حضرت حسینؓ اپنے سابقہ

۱۔ عباسی صاحب تو ان کو یہ ... جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی محبت میں اپنی جانیں نثار کر دیں۔ سبائی بلکہ اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔ اور
"مجلس حضرت شاہ جی" کا داستان گو خود انہی شہداء کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا قاتل قرار دینے کی فکر میں ہے۔

۲۔ کیوں کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کرنے کے بعد بھی
اپنے ساتھیوں کے لیے امان نہیں لے سکتے تھے؟ جس طرح کہ حضرت حسن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ میں یہ طے کر لیا تھا کہ صلح
کے بعد اہل عراق پر کوئی دار و گیر نہیں ہوگی۔

وقت پر قائم رہی ——

حکومتِ وقت کے کارندوں کو حضرت حسینؓ کے ساتھیوں کے ان جرائم کا حال معلوم ہو گیا کہ کوفیوں کا یہ سبائی گروہ اس حالت میں بھی کہ انقلاب حکومت کے ہاتھ سے ان کا سارا پلان اور منصوبہ ہی خاک میں مل چکا تھا، مگر تحریص و ترغیب کی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ ضروری سمجھا گیا کہ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا قطعی طور سے خاتمہ کر دیا جائے، چنانچہ مسلم کو [illegible] دی گئی، لیکن عمر بن سعد کی [illegible] کے ذریعہ حضرت حسینؓ جب آمادہ ہو گئے کہ امیر المؤمنین سے بیعت کر لیں، ان سے مطالبہ ہوا کہ دمشق تشریف لے جانے سے پہلے ہی ان کے نائب کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لیں ——

حضرت حسینؓ نے اس طرح بیعت کرنے سے ابن زیاد کا [illegible] سے یکسر انکار کر دیا کہ مجھ جیسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے بہتر موت ہے ...... امیر کو عبید اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا خود امیر المؤمنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مترادف تھا آپ کے لیے ابن زیاد کا دوسرا مطالبہ بھی احتیاطی تھا کہ وہ سب آلاتِ حرب اور ہتھیار جو حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں، نمائندگانِ حکومت کے حوالہ کر دیں تاکہ اس خطرہ کا بھی سدباب ہو جائے، جو ان کوفیوں کی ترغیبات و گفتگو سے پیدا تھا کہ مبادا ان کے اثر میں آ کر دمشق جانے کے بارے میں اپنی رائے اسی طرح تبدیل نہ کر دیں جس طرح قتل مسلم [illegible] فرما دینے کے بعد [illegible] مارے گئے ہیں لوگوں کو بلایا تو ہم بھی واپس نہ ہوں گے کہ حضرت ابن الزبیرؓ سے

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

عمر بن سعد امیر عسکر تھے ... کوئی جارحانہ اقدام مطلق نہیں
کیا تھا انکے زیر ہدایت فوجی دستے کے سپاہی علاقہ پہلو تہی کرتے رہے
یہ منظر کیا ہی دردناک تھا کہ گفتگو سے مصالحت یکایک جدا ہو
قتال میں بدل گئی ...

حضرت حسینؓ کے مقتول ہو جانے پر ابن سعد پہنچے اور صدمے
اس وقت ان کی [illegible] زار و قطار رونے لگے ...

انہوں نے مصالحت کی خاطر بہتیری کوشش کی کہ جنگ
نہ ہونے پائے مگر جب حسینؓ کی [illegible] ان کی
مصالحتی کارروائی آخر ناکام ہو گئی تو بھی اپنے سپاہیوں کو
مدافعت ہی کے پہلو پر قائم رکھا جس میں شہادت واقع ہو گئی

بیان سے ملتا ہے جہاں انہوں نے طرفین کے مقتولین کی
تعداد بیان کی ہے کہ حسینی قافلے کے بہتر مقتول ہوئے جن
میں اکثر و بیشتر ہاشمی موجود تھے۔ اور فوجی دستے کے
[illegible] سپاہی اٹھاسی [illegible] تھے۔ یا جو
زیادہ کیا کہ وہ حضرت حسینؓ کی جان بچانے میں کامیاب
نہ ہو سکے اور زار و قطار رونے لگے۔ پھر انہوں نے حضرت
حسینؓ کے اہل خاندان کو دمشق کی بیبیوں، کنیزوں اور دوسری
خواتین خاندان نبوت کو عزت و حرمت کے ساتھ پردہ دار
محمل میں سوار کرا کے روانہ کیا۔

(۴) ملاحظہ ہو خلافت معاویہ و یزید مؤلفہ محمود احمد عباسی
طبع چہارم ص [illegible]

"شیعان علی" کی "مجالس حضرت عثمان غنی" کے "امام التاریخ" کا بیان ایک بار پھر پڑھ لیجئے کہ حسینؓ کے یہ امام صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ وہاں تشریف ہیں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے اہل بیت، اور ان ساتھ کوئی حضرات کا جو حضرت مسلم کی بیعت میں مکہ سے کربلا تک آئے تھے۔ قاتل تو عمر بن سعد کا فوجی دستہ ہی تھا، مگر یہ حادثہ حزن انگیز اس لیے پیش آیا کہ خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اشتعال میں آکر اس فوجی دستہ پر جو ہتھیار رکھوانے کی غرض سے ان کا گھیرا ڈالے ہوئے تھا، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا۔ عمر بن سعد نے پھر بھی مدافعانہ جنگ کی کہ اپنی فوج کے سوار افراد زیادہ کٹوا دیے اور اس طرح یزیدی دستہ فوج کے اٹھاسی آدمی کام آئے، اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان میں جاں نثار کے خیال میں کوئی ہو وہ جنگ آزمودہ سپاہی تھا ہی کہاں! عمر بن سعد اگر خود اقدام کرتا تو جو شمار میں ان کے ساتھ تھے آناً فاناً میں حسینی قافلے کے بہتر نفوس کا سر قلم کر دیتے اور اس کے دستہ فوج کو ایک شخص کا بھی نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔ گرچہ "مجلس شیعان عثمان" کا داستان گو نے جو داستان بیان کی ہے وہ امام التاریخ کے بیان کردہ افسانے سے بالکل جداگانہ ہے۔ اس میں دکھلایا ہے کہ عمر بن سعد کا دستہ فوج تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت پر مامور تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرے سے جنگ ہی نہیں کی بلکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو ان کوفیوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے آیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس دستہ فوج کے پہنچتے پہنچتے آپ کو قتل کر دیا گیا اور عمر بن سعد کف افسوس مل کر رہ گیا آخر یزیدی فوج نے گھیر گھار کر ان سب قاتلان حسین کا کام تمام کر دیا۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

ہمارے نزدیک تو ناصبیوں کے امام صاحب اور مجلس کے داستان گو دونوں ہی فسانہ طرازی اور داستان گوئی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اس لیے ان سے سچ بولنے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ فرق ہے تو بس اتنا کہ ناصبیوں کے شیخ الاسلام عباسی صاحب نے اپنے پیش رو مستشرقین یہود و نصاریٰ خصوصاً لیمنس وغیرہ کی اتباع میں یہ بیان دیا ہے جن کو وہ آزاد اور بے لاگ محقق مانتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس بات کو چھپایا بھی نہیں ہے بلکہ اپنے بیان کے ثبوت میں "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" کے مقالہ نویس کا حوالہ دے کر اس کو صاف ظاہر بھی کر دیا ہے۔ لیکن مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے مخدوم سلمانؓ کو تو سارا ایمان علم سیادہ وضع تاریخ ہے۔ بہر حال اب شیعان علیؓ "مجلس عثمان غنیؓ" کو چاہیے کہ چند اہم اراکین مجلس کا اجلاس طلب کر کے پہلے یہ طے کریں کہ ان کے امام صاحب اور "داستان گو" دونوں میں سے کس کی بات سچی ہے اور کس کی جھوٹی؟ اور جب یہ فیصلہ کر چکیں تو پھر مسلمانوں سے مخاطب ہوں۔

داستان گو کی حساب دانی

(۲) "داستان گو" صاحب کی حساب دانی کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ بھی شمار نہ کر سکے کہ، ۲۸ رجب سے لے کر ۱۰ ذی الحجہ تک کتنے دن ہوتے ہیں، سب جانتے ہیں کہ جب چاند اگر تیس دن کا ہو تو چار مہینے بارہ دن ہوں گے ورنہ چار مہینے گیارہ دن، گویا بڑے کمال سے سوا چار مہینے کی مدت بنا رہے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"۲۸ رجب سنہ ہجری کو، امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی"

(داستان کربلا ص ۲)

منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حسینؓ مکہ سے کوفہ کے

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام شراف سے چل کر دوپہر تک تھوڑے سے دو میل پر پہنچے تو کوہ ذی حسم کے دامن میں خیمہ زن ہوئے۔ تو حر بن یزید تمیمی یربوعی ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کے مقابل آکر اتر پڑا، دوپہر کا وقت تھا۔ تمازت آفتاب نے حر اور اس کی فوج اور سواریوں کو پیاس سے بے تاب کر رکھا تھا۔ ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے سے ان کا یہ حال دیکھا نہ گیا۔ فوراً آپ نے خدام کو حکم دیا کہ ان کو اور ان کی سواریوں کو پانی پلا کر خوب سیراب کر دیا جائے۔ تعمیل حکم میں دیر نہ کی گئی اول سے آخر تک سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا۔ حر کو قادسیہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے بھیجا گیا تھا اور اس کو حکم دیا گیا تھا کہ حسینی کاروان کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے کوفہ میں لا کر پیش کیا جائے۔ عبید اللہ بن زیاد کو جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر ہو کر آیا تھا جب یہ خبر ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے قصد سے مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو اس نے کوفہ کے پولیس افسر حصین بن تمیم کو کوفہ سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ قادسیہ میں جا کر پڑاؤ ڈالے اور قطقطانہ سے لے کر خفان تک مسلح کیمپ قائم کر کے راہ کا کنٹرول سنبھالے، چنانچہ اسی ہدایت کے مطابق اس نے اپنے ساتھی حر کی کمان میں ایک ہزار سوار دے کر ان کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل بھیجا تھا، ظہر کا وقت ہوا، تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کے لیے فرمایا۔ حجاج نے اذان دی۔ اقامت کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ردا وازار زیب تن کیے نعلین پہنے تشریف لائے اور حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

ایہا الناس انہا معذرۃ الی اللہ	لوگو! اللہ عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے

بیعت معاملہ ہو سکے۔ اس وقت امیر یزید کی خلافت کو قائم ہوئے ۵ ماہ ہو چکے تھے۔
(داستان کربلا ص ۴۰)

پہلا جھوٹ   صریح کذب و افتراء ثابت

دوسرے جھوٹ کی تنقیح

(۳) داستان کربلا ص ۹۴ پر مرقوم ہے کہ

”دوسرے دن آپ کے ہمراہی کوفیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق نہ جائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں۔ آپ نے اس سے انکار کیا۔ حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا

”افسوس تم ہی لوگ ہو جنہوں نے میرے والد حضرت علی کو دھوکہ میں رکھا اور شہید کر دیا۔ میرے بھائی حضرت حسن کو زخمی کیا اور اپاہج بنایا اور میرے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بلا کر قتل کرا دیا۔ اب بھی جو کوئی تمہارے دھوکہ میں آ جائے وہ بڑا احمق ہے۔“

(بحوالہ الیسین طبری)

سراسر غلط ہے۔ داستان گو صاحب کی عادت ہے کہ وہ موقع بے موقع کہیں کی غلط بیانی سے نہیں چوکتے اور داستان تو گھڑا ہوا افسانہ ہے اس کے لکھنے میں تو پہلے ہی مجبور ہے کہ

بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کیلئے

اس لئے انہوں نے یہ بیان موقع سے غلط ڈھنگ کر کے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ مورخ طبری کے بیان کے مطابق واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حسین

مخالفا لسنة رسول الله يعمل
في عباد الله بالاثم والعدوان فلم
يغير عليه بفعل ولا قول كان حقا
على الله ان يدخله مدخله ، الا
وان هؤلاء قد لزموا طاعة
الشيطان وتركوا طاعة الرحمن
واظهروا الفساد وعطلوا الحدود
فاستأثروا بالفئ واحلوا حرام الله
وحرموا حلاله ، وانا احق من
غير قد اتتني كتبكم وقدمت
على رسلكم ببيعتكم انكم لا
تسلموني ولا تخذلوني فان
تممتم على بيعتكم تصيبوا رشدكم
فانا الحسين بن علي وابن
فاطمة بنت رسول الله صلى الله
عليه وسلم نفسي مع انفسكم
واهلي مع اهليكم فلكم في اسوة
وان لم تفعلوا ونقضتم عهدكم
وخلعتم بيعتي من اعناقكم
فلعمري ما هي لكم بنكر لقد
فعلتموها بابي واخي وابن عمي

عالم میں دیکھے کہ وہ محرماتِ الٰہی کو حلال
کرتا ہو، اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو
توڑتا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت کا مخالف ہو، اور اللہ تعالیٰ
کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا
معاملہ کرتا ہو اور پھر اپنے قول و فعل
سے اس کے خلاف تبدیلی نہ برپا
کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی اسی
کے ٹھکانے پر پہنچا دینے میں حق بجانب
ہیں۔ خبردار! ان لوگوں (حکمرانوں)
نے رحمٰن کی اطاعت چھوڑ کر شیطان
کی اطاعت اختیار کر لی ہے، ملک
میں فساد پھیلا دیا، حدود الٰہی معطل کر
دیں، مالِ غنیمت اپنے لیے مخصوص
کر لیا، اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور
حلال کو حرام کر دیا چنانچہ اس صورت
حال میں تبدیلی لانے کا میں سب سے
زیادہ حق رکھتا ہوں، تمہارے خطوط
میرے پاس آ چکے ہیں اور تمہارے
قاصد تمہاری اس امر پر بیعت کی
خبر لے کر پہنچ چکے ہیں کہ تم مجھے بے یار

مسلم بن عقیل، والمغرور من اغتر بکم فحظکم اخطأتم ونصیبکم ضیعتم، ومن نکث فانما ینکث علی نفسه وسیغنی الله عنکم والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته.

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۳ طبع دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۳ء)

وعدہ گاہ نہیں چھوڑو گے پھر اگر تم اپنی بیعت کی تکمیل کر سکتے ہو تو اپنی بھلائی کو پا لو گے، کیونکہ میں حسین بن علی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر اطہر فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں، تمہارے لیے میں نمونہ ہوں اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور اپنے عہد پیمان کو توڑتے ہو اور میری بیعت اپنی گردن سے اتار پھینکتے ہو تو یہ بات تم سے کچھ بعید بھی نہیں، تم نے میرے باپ، میرے بھائی، اور میرے برادر زادہ مسلم بن عقیل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے وہ فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آئے۔ تم نے اپنے فائدہ کو کھو دیا اور اپنی قسمت کو خراب کیا۔ "جو شخص بھی عہد توڑے گا اس کا زیاں خود اسی کو اٹھانا پڑے گا" اور اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ ہے وہ تفصیل، جو مؤرخ طبری نے "طبری" کے حوادث کو بیان کرتے ہوئے "مقتل حسین" کے ضمن میں بیان کی ہے اس میں اول سے آخر تک کہیں ان ساتھیوں کی حرکات کا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے کوئی ذکر نہیں بس مقام "بیضہ" پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر کے لشکر کے سامنے جو تقریر فرمائی، اس کا ذکر ہے اس تقریر میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حر اور اس کی فوج کے سواروں سے مخاطب ہیں

عزوجل وإليكم، إني لم آتكم
حتى أتتني كتبكم وقدمت
عليّ رسلكم أن أقدم علينا فإنه
ليس لنا إمام لعل الله يجمعنا بك
على الهدى فإن كنتم على ذلك
فقد جئتكم فإن تعطوني ما أطمئن
إليه من عهودكم ومواثيقكم
أقدم مصركم وإن لم تفعلوا
وكنتم لمقدمي كارهين انصرفت
عنكم إلى المكان الذي أقبلت
منه إليكم۔ (تاریخ الطبری [illegible])

میرا یہ عذر ہے کہ میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد یہ پیام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیے ہمارا کوئی امام نہیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ہمیں ہدایت پر جمع کر دے۔ سو تم اب بھی اگر اسی بات پر قائم ہو تو میں تمہارے پاس آچکا ہوں اب اگر تم مجھ سے ایسے عہد و پیمان کرو جن سے مجھے اطمینان ہو جائے تو میں تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرسکتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

اس وقت تو آپ کی تقریر سن کر حر اور اس کے ساتھی خاموش رہے اور مؤذن سے کہنے لگے اقامت کہو، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر سے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ الگ نماز پڑھو گے، اس نے جواب دیا نہیں، بلکہ آپ امامت کریں ہم آپ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ظہر کی امامت فرمائی۔ عصر کی نماز کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر اور اس کی فوج سے خطاب فرمایا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا:

اما بعد، ایها الناس، فانکم ان تتقوا وتعرفوا الحق لاهله یکن ارضی لله، ونحن اهل البیت اولی بولایة هذا الامر علیکم من هؤلاء المدعین ما لیس لهم والسائرین فیکم بالجور والعدوان وان انتم کرهتمونا وجهلتم حقنا وکان رأیکم غیر ما اتتنی کتبکم وقدمت به علی رسلکم انصرفت عنکم (طبری [illegible])

اما بعد، اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور اہل حق کا حق پہچان لو تو یہ بات اللہ تعالیٰ کو زیادہ راضی کرنے والی ہے اور ہم اہل بیت ان ناحق کے مدعیوں اور تم پر ظلم و زیادتی کرنے والوں کی بہ نسبت تمہارے ولی امر ہونے کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر تم ہم کو ناپسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے [illegible] ہو اور تمہاری رائے وہ نہیں رہی جو تمہارے خطوط میں بیان کی گئی تھی اور جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام لے کر آئے تھے تو پھر میں واپس ہوئے جاتا ہوں۔

اب حُر نے آپ کی تقریر سن کر جواب میں کہا۔

انا واللہ ما ندری ما هذه الکتب التی تذکر۔ ([illegible])

خدا کی قسم ہم نہیں جانتے، آپ کن خطوط کا ذکر فرما رہے ہیں۔

اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ ذرا وہ دونوں خرجیاں تو لاؤ جن میں میرے نام ان کوفیوں کے خطوط ہیں، چنانچہ وہ دونوں خرجیاں جو خطوط سے پر تھیں، ان لوگوں کے سامنے لا کر ڈال دی گئیں اور آپ نے ان خطوط کو پھیلا کر ان کے سامنے ڈال دیا۔ حر نے اب بھی یہی جواب دیا کہ

فانا لسنا هؤلاء الذین کتبوا

ہم تو وہ نہیں ہیں جنہوں نے

لقيناك، وقد امرنا اذا نحن لقيناك	آپ کو خطوط لکھے تھے ہمیں تو یہ حکم ملا
الا نفارقك حتى نقدمك على	ہے کہ جیسے ہی آپ کا ہمارا آمنا سامنا
عبيد الله بن زياد (صفحہ ۴۰۲ ج ۵)	ہو تو اس وقت تک آپ کو نہ چھوڑیں

جب تک کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لے جا کر پیش نہ کر دیں۔

اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

الموت ادنى اليك من ذلك	اس کی تعمیل میں تو موت تمہارے زیادہ قریب ہے

یہ فرما کر حضرت ممدوح نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ چلو سوار ہو کر واپس چلیں۔ مگر جب یہ حضرات سوار ہو کر وطن واپس جانے کے لیے آمادہ ہوئے تو حر اور اس کا رسالہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر سے فرمایا، آخر تم کیا چاہتے ہو تو حر نے پھر وہی جواب دیا۔

اريد والله ان انطلق بك الى عبيد الله بن زياد (صفحہ ۴۰۲ ج ۵)	بخدا میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اذن والله لا اتبعك۔	خدا کی قسم، ایسی صورت میں میں تیرا تابع نہیں ہو سکتا۔

اس پر حر نے کہا۔

اذن والله لا ادعك	خدا کی قسم میں بھی اب تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔

طرفین سے گفتگو میں تلخی بڑھی تو حر کہنے لگا کہ مجھے آپ سے قتال کا تو حکم نہیں ملا، البتہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچا دوں آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں اب اگر آپ نہیں مانتے تو پھر ایسی راہ لیجئے جو نہ کوفہ کو جاتی ہو اور نہ مدینہ کو، یہ بات میرے اور آپ کے مابین انصاف کی ہے۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ

چاہیں تو یزید بن معاویہ کو لکھیں چاہیں عبیداللہ بن زیاد کو۔ شاید اللہ تعالیٰ اس میں کوئی ایسی عافیت کی صورت پیدا کر دے کہ مجھے آپ کے بارے میں کوئی جنگ پیش آئے۔

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عذیب اور قادسیہ کی راہ سے بائیں سمت کو مڑ گئے۔ حُر کا دستہ ساتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ اگلی منزل میں جب مقام بیضہ پر پہنچے جو واقصہ اور عذیب کے مابین پانی کا ایک تالاب تھا، تو آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا حوالہ "داستان گو" نے دیا ہے اور اس کے نقل کرنے سے پہلے اپنے جی سے گھڑ کر یہ اضافہ کر دیا ہے۔

> "دوسرے دن آپ کے حواریوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق دبا بیٹھیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے جیسے بنے کسی طرح اہل شام سے جنگ کریں آپ نے اس سے انکار کیا حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا الخ"
>
> (داستان کربلا ص ۹۴)

حالانکہ تاریخ طبری میں کہیں اس بات کا نام و نشان تک نہیں جو "داستان گو" نے بیان کی ہے چنانچہ طبری کی اصل عبارت ملاحظہ ہو جو درج ذیل ہے

ان الحسين خطب أصحابه و	حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
أصحاب الحر بالبيضة فحمد	مقام بیضہ میں پہنچ کر اپنے اصحاب
الله وأثنى عليه ثم قال ايها	اور حُر کے رفقاء کے سامنے خطبہ دیا
الناس ان رسول الله صلى الله عليه	جس میں حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد
وسلم قال من رأى سلطانا جائرا	فرمایا لوگو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
مستحلا لحرم الله ناكثا لعهد الله	کا ارشاد ہے جو کسی ظالم حکمران کو اس

اپنے ہی اصحاب سے نہیں جو کوفہ سے آپ کے ہمرکاب تھے، حر اور اس کی فوج پر حجت قائم کرنے کے بعد آپ اپنے قافلے کے ساتھ عازم مدینہ ہونا چاہتے ہیں، حر اور اس کا رسالہ سد راہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف جانے نہیں دیتا۔ مگر " داستان گو " صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجائے مدینہ کے یزید کی بیعت کے لیے دمشق جا رہے تھے اور آپ کے ساتھیوں نے سازش کر کے عمر و حضرت کے باہمی کیمپ میں اچانک حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور پھر اس پر طبری کا حوالہ بھی دے رہے ہیں، اطمینان ہے کہ کوئی اصل کتاب سے مراجعت کرے گا، جو نہ سب جھوٹ کھل جائے گی۔ پھر طبری کا پردہ چاک ہو گیا۔ صرف سوچنے کی بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہتّر جاں نثار ساتھی کون لوگ تھے جو کوفہ سے آپ کے ساتھ تھے اور جنہوں نے آپ کی معیت میں میدان کربلا میں جام شہادت نوش کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ اور طبری میں " داستان گو " صاحب کو وہ کون سا صفحہ نظر آیا جس کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے؟

" جلاء العیون " کے بارے میں " داستان گو " کی تحقیق یہ ہے
" شیعہ کتاب جلاء العیون "

اس لیے ہمیں اس سے مزید بحث کی ضرورت نہیں کہ " داستان گو " صاحب کی بات کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ دروغ گوئی اور بہتان طرازی مؤلف و ناشر دونوں کا شیوہ ہے۔

معلوم نہیں کہ " مجلس حضرت عثمان غنیؓ " کیوں عام مسلمانوں کو رکیک لغویات کو صحیح باور کرانے پر تلی ہوئی ہے۔ تمام اہل السنت والجماعت حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں روافض کی خرافات سے

اعتقاد رکھتے ہیں۔ ناصبیوں کی کارروائی پر پردہ ان کے بڑے بھائی خارجیوں کی خرافات ہے۔ کیونکہ رافضیوں کو حضرات خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیر ہے۔ اور خارجیوں کو حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء سے عناد ہے اور ناصبیوں کو بالخصوص حضرت علی، حضرات حسنین اور ان کی اولاد امجاد رضی اللہ عنہم سے۔ "ناصب" کو اگلے زمانہ میں "شیعہ عثمان" "شیعہ مروانیہ" اور "شیعہ اموی" کہا جاتا تھا۔ بنی امیہ کی حکومت کے ساتھ ایک فرقہ کی حیثیت سے ان کا وجود بھی ختم ہو گیا تھا۔ اب پھر محمود احمد عباسی نے "خلافت معاویہ و یزید" لکھ کر اس فتنہ کو نئے سرے سے ابھارا ہے "مجلس عثمان غنی" بھی اپنے شائع کردہ کتابچوں کے ذریعہ اس فتنہ کو ہوا دے رہی ہے، وہاں سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کے درپے ہے جن کو اپنی ناواقفی سے اس فتنہ کا علم نہیں کرایا گیا ہے، وہ اپنی سادگی سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بھی کوئی روافض کی تردید کا مشغلہ ہے حالانکہ اصل بات یہ نہیں بلکہ یہ ناصبی شیعان عثمان "مجلس حضرت عثمان غنیؓ" کے نام پر رافضیوں کے تمام سب و شتم کا بدلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لینا چاہتے ہیں یا چکے ہے۔

یا سائلی الصدیق من رافض ما ذنبی من ناصبین علی

(حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی رافضی کے تبرا سے محفوظ نہ رہ سکے اور ناصبیوں کی طعن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجات نہ ملی)

تیسرے جھوٹ کی تصحیح کہ یزید کی فوج نے حضرت حسین کو قتل نہیں کیا

(۴) داستان گو صاحب نے "البدایہ والنہایہ" کی عربی

عبارت سے اس داستان کا آغاز کیا اور اس کا ترجمہ بھی آگے چل کر لکھا گو صفحہ اور جلد کا حوالہ غلط دیا یعنی "جلد پنجم صفحہ ۱۷۳" لکھا حالانکہ یہ عبارت جلد ہشتم میں ہے غنیمت ہے ان کو یہ تسلیم ہے کہ

"البدایہ والنہایہ" مشہور عربی تاریخ ہے"

مگر تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اسی "البدایہ والنہایہ" کے اسی صفحہ پر جو یہ لکھا ہے وہ نظر نہ آیا۔

كتب يزيد الى ابن زياد انه قد بلغني ان حسينا قد سار الى الكوفة وقد ابتلي به زمانك من بين الازمان وبلدك من بين البلدان وابتليت انت به من بين العمال وعندها تعتق او تعود عبدا كما تعبد العبيد فقتله ابن زياد وبعث برأسه اليه۔

(ج ۸ ص ۱۶۵ طبع بیروت ۱۹۶۶ء)

یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں۔ زمانوں میں تیرا زمانہ اور شہروں میں تیرا شہر ان کے بارے میں مبتلا ہوا ہے اور گورنروں میں تو ان کے معاملہ میں مبتلا ہو چکا ہے اور ایسی صورت میں یا تو آزاد کر دیا جائے گا یا جس طرح غلاموں کو غلام رکھا جاتا ہے تجھے بھی غلام بنا دیا جائے گا چنانچہ ابن زیاد نے حضرت حسین کو قتل کر کے ان کا سر یزید کے پاس بھیج دیا۔

اسی "البدایہ والنہایہ" میں یہ بھی ہے کہ

وبعث عبيد الله بن زياد عمر بن سعد لقتالهم۔

([illegible])

عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا

اللہ ہی کو

وابطأ عمر عن قتاله فارسل ابن زياد شمر بن ذي الجوشن وقال له ان تقدم عمر فقاتل والا فاقتله وكن مكانه فقد وليتك الامرة۔ (ج ۸ ص ۱۷۰)

عمرو ابن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال میں تاخیر سے کام لیا تو ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر عمر قتال میں پیش قدمی کرے تو تو بھی جنگ میں شریک ہو جائیو اور نہ عمرو بن سعد کو قتل کر کے اس کی جگہ خود سنبھال لیجیو، میں تجھ کو امیر لشکر کرتا ہوں

اس فوج کی تعداد جو عمر بن سعد کی کمان میں تھی "البدایہ والنہایہ" ہی میں یہ بتائی ہے کہ

وكانوا اربعة آلاف يريدون قتال الديلم فعينهم ابن زياد وصرفهم الى قتال الحسين۔

(ص ۱۶۹ / ج ۸)

چار ہزار سپاہی تھے جو دیلم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے چلے تھے ابن زیاد نے قتال دیلم سے روک کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کے لیے متعین کیا۔

عمر بن سعد کو تعمیل حکم سے کب انکار تھا، جیسے ہی ابن زیاد کا حکم اس کو پہنچا

فوثب الى فرسه فركبها ثم دعا بسلاحه فلبسه وانه لعلى فرسه ونهض بالناس اليهم فقاتلوهم فجيئ برأس الحسين الى ابن زياد فوضع بين يديه فجعل ينكت بقضيبه في انفه و

عمر بن سعد جھپٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر سواری کی حالت میں اپنے ہتھیار منگوا کر ان کو اپنے بدن پر سجایا اور فوج لے کر سیدھا ان حضرات کے مقابلہ کے لیے چل پڑا۔ فوج نے جاتے ہی کشت و خون شروع کر دیا، چنانچہ

يقول ان ابا عبد الله كان قد شمط	حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک کاٹ کر ابن زیاد کے سامنے ڈال دیا گیا، اس ابن زیاد نے چھڑی کی نوک سے ٹھکتا اور کہا کہ ابو عبداللہ کے بال تو اب پک چکے ہیں۔
(ج ۸ ص ۱۶۱)	

شمر ابن ذی الجوشن نے عمرو کے سپاہیوں کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر اس وقت ہی ابھارا تھا جب کہ آپ کے تمام رفقاء یکے بعد دیگرے جامِ شہادت نوش کر کے راہیِ جنت ہو چکے تھے اور آپ یکہ و تنہا میدانِ قتال میں ثابت قدم تھے اور کیوں نہ ہو حضرت صادق نے تو اس کو دیکھنے کی خبر دیا تھا۔

صدق الله ورسوله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كانى انظر الى كلب ابقع يلغ فى دماء اهل بيتى	اللہ سچا، اس کا رسول سچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں اس چتکبرے کتے کو جو میرے اہلِ بیت کے خون میں منہ ڈالتا
(البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ [illegible])	

اس روایت کے آخر میں راوی کی یہ بھی تصریح ہے۔

وكان شمر قبحه الله ابرص	شمر اللہ اس کا برا کرے برص میں مبتلا تھا
(ج ۸ ص ۱۸۹)	

مگر "داستان گو" اسی کتے کو خلافِ حقیقت پیش کر رہے ہیں، قاتلوں کو محافظ بنا رہے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"عمر بن سعد، شمر ذی الجوشن، خاندانِ علی کو دشمن کے نرغے سے بچانے کے لیے وہاں پہنچے"

(ص ۱۰)

"عمر بن سعد اور شمر نے خاندانِ علی کی نعشوں کو اٹھایا ان کی نماز

جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کیا۔ کوفی عمال دشمنوں کو وہیں پڑا رہنے دیا بلکہ ستم کے بعض سواروں نے انہیں پامال بھی کیا تاکہ حضرت کا سامان لے جائیں۔" (ص ۱۰)

علاوہ ازیں "البدایہ والنہایہ" میں اسی کے ہم معنی مرقوم ہے۔

وقتل من اصحاب الحسين اثنان	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب
وسبعون نفساً فدفنهم اهل	میں سے بہتر نفوس شہید ہوئے جن کو
الغاضرية من بني اسد بعد ما	غاضریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے
قتلوا بيوم واحد	لوگوں نے قتل کے دوسرے دن دفن کیا

(ص ۱۸۹ / ج ۸)

"غاضریہ" کوفہ کے نواح میں کربلا کے قریب ایک قریہ کا نام ہے جو قبیلہ بنی اسد کا مسکن تھا۔ یہاں عمر بن سعد نے اپنی فوج کے مقتولین پر جو شہداء کربلا کے ہاتھوں مارے گئے تھے بے شک نماز جنازہ ادا کی تھی اور انہی کی لاشوں کو اس نے دفن بھی کیا تھا۔" البدایہ والنہایہ میں ہے

وقتل من اهل الكوفة من اصحاب	اور عمر بن سعد کے ساتھی اہل کوفہ میں سے
عمر بن سعد ثمانية وثمانين	اٹھاسی اشخاص قتل ہوئے زخمیوں
رجلاً سوى الجرحى فصلى عليهم	کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ عمر بن سعد
عمر بن سعد ودفنهم و	نے ان مقتولین کی نماز جنازہ ادا کر کے
يقال ان عمر بن سعد امر	ان کو دفن کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ
عشرة فرسان فداسوا الحسين	عمر بن سعد نے دس گھڑ سواروں
بحوافر خيولهم حتى الصقوه	کو حکم دیا جنہوں نے اپنے گھوڑوں کے
بالارض يوم المعركة وأمر	سموں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

برأس الحسين فحمل من يومه الى ابن زياد مع خولي بن يزيد الاصبحي۔	کے دھڑ کو پامال کر کے ریزہ ریزہ کر دیا اور آپ کے سر مبارک کے متعلق آرڈر دیا کہ اسی دن اس کو اٹھا کر خولی بن یزید اصبحی کے ساتھ ابن زیاد کو بھیجا دیا جائے۔

(ج ۶ - ص ۱۸۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بلکہ تمام شہداء کربلا کے سر کاٹ کر جن میں یہ سات حضرات بھی شامل تھے خولی کے ساتھ ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیے گئے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے شہر میں منادی کرا کر لوگوں کو جمع کیا اور پھر ان کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلے میں اپنی فتح و کامرانی کی تقریر بیان کی۔ اس تقریر میں حضرت ممدوح پر طعن و تشنیع بھی تھا جس پر عبداللہ بن عفیف ازدی نے برافروختہ ہو کر ابن زیاد کو ان الفاظ میں ٹوکا۔

ويحك يا ابن زياد أتقتلون اولاد النبيين وتتكلمون بكلام الصديقين	ابن زیاد تجھ پر افسوس! تم لوگ انبیاء کی اولاد کو قتل کر کے صدیقوں کی سی باتیں کرتے ہو۔

اس کلمۂ حق کو سننے کی بھلا ابن زیاد میں تاب کہاں تھی فوراً حکم دیا کہ اس گستاخی کی پاداش میں اس غریب کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ ازاں بعد "سر حسین" کا کوفے کے تمام گلی کوچوں میں گشت کرایا گیا پھر زحر بن قیس کی معیت میں تمام شہداء کربلا کے متبرک سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس شام روانہ کر دیا۔ دربار یزید میں پہنچ کر زحر بن قیس نے اپنے سیاہ کارنامہ کو ان الفاظ میں پیش کیا، وہ یہ ہیں۔

أبشر يا أمير المؤمنين بفتح الله عليك ونصره، ورد علينا الحسين بن علي بن أبي طالب وثمانية عشر من أهل بيته وستون رجلاً من شيعته فسرنا إليهم فسألناهم أن يستسلموا وينزلوا على حكم الأمير عبيد الله بن زياد أو القتال، فاختاروا القتال فغدونا إليهم مع شروق الشمس فأحطنا بهم من كل ناحية حتى أخذت السيوف مآخذها من هام القوم، فجعلوا يهربون إلى غير وزر، ويلوذون منا بالآكام والحفر لواذاً كما لاذ الحمائم من صقر، فوالله ما كان إلا جزر جزور أو نومة قائل حتى أتينا على آخرهم فهاتيك أجسادهم مجردة وثيابهم مزملة وخدودهم معفرة، تصهرهم الشمس وتسفي عليهم الريح و زوارهم العقبان والرخم

امیر المومنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کی بشارت ہو۔ حسین بن علی بن ابی طالب اور ان کے اہل بیت کے اٹھارہ افراد اور ان کے شیعوں میں سے ساٹھ اشخاص ہمارے علاقہ میں وارد ہوئے تو ہم بھی ان کی طرف چل پڑے اور ہم نے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ امیر عبیداللہ بن زیاد کے آگے سر تسلیم خم کر دیں اور ان کے حکم پر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ انہوں نے جنگ ہی کو پسند کیا۔ تو ہم نے صبح سویرے جیسے ہی آفتاب چمکا ان لوگوں کو جا لیا اور ہر طرف سے ان کو گھیر لیا۔ آخر جب تلواروں نے ان کی کھوپڑیوں کی صحیح صحیح گرفت شروع کی تو یہ ادھر ادھر بھاگنے لگے جبکہ بچنے کی ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی اور جس طرح شکرے سے کبوتر پناہ ڈھونڈتے ہیں یہ بھی ٹیلوں اور گڑھوں میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ سو خدا کی قسم بس اتنی ہی دیر میں اونٹ کاٹ کر رکھ دیا جاتا ہے یا قیلولہ کرنے والا ہی نیند پوری کر لیتا ہے اتنی دیر میں ہم نے ان کے آخری فرد تک کا کام تمام کر دیا۔ اب ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں اور ان کے

کپڑے پھٹے جا چکے ہیں ان کے رخسار خاک
میں لتھڑے ہوئے ہیں صحوب ان کو جلا رہی
ہے اور ہوا ان پر خاک اڑاتی ہے سحاب
(البدایہ والنہایہ صـ ۱۹۱/۸) اور گدھ ان کی لاشوں پر منڈلا رہے ہیں

زحر بن قیس نے بھی اگرچہ یزید کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتے ہوئے ان حضرات کی ہجو میں کچھ کم جھوٹ نہیں بکا ہے، تاہم "مجلس حضرت عثمان غنی" کے داستان گو کے علی الرغم اس نے صاف اقرار کیا ہے کہ وہ سادات کرام حضرات جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمعیت میں تھے، انہوں نے حضرت امام کی نصرت ہی میں اپنی جانیں نثار کی تھیں اور خود کوفہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کا اس بارے میں اعتراف موجود ہے یزید نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا، تو اس مہم کی سرکردگی کے لیے بھی اس کی نظر انتخاب سب سے پہلے ابن زیاد ہی پر پڑی تھی، چنانچہ جب اس خدمت کی انجام دہی کے لیے یزید نے اس کو لکھ کر بھیجا، تو ابن زیاد کی زبان سے بے اختیار یہ نکل گیا کہ

واللہ لا اجمعہما للفاسق ابدا — خدا کی قسم میں اس فاسق کی خاطر یہ دو
أقتل ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ — گناہ اپنے نامۂ اعمال میں جمع نہیں کر سکتا، رسول
علیہ وسلم واغزو البیت الحرام — اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو تو قتل
(البدایہ والنہایہ صـ ۲۷۹/۸) — کر دیا، اب بیت الحرام پر چڑھائی کروں

یاد رکھیے "داستان گو" صاحب نے جن شہدائے کرام کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی کی ہے یہ وہی شہدائے کرام ہیں جن کے بارے میں وارد ہے کہ "وہ جنت میں بے حساب داخل ہوں گے" چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

وقد روى محمد بن سعد وغيرة من غير وجه عن علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه انه مر بكربلاء عند اشجار الحنظل وهو ذاهب الى صفين فسأل عن اسمها فقيل كربلاء فقال كرب وبلاء فنزل وصلى عند شجرة هناك ثم قال يقتل ههنا شهداء هم خير الشهداء غير الصحابة يدخلون الجنة بغير حساب واشار الى مكان هناك فعلموه فقتل فيه الحسين

حافظ محمد بن سعد وغیرہ نے متعدد اسانید سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صفین کی طرف جا رہے تھے تو مقام کربلا میں حنظل (اندرائن) کے درختوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو بتایا گیا "کربلا" ہے فرمایا کرب و بلا ہے، پھر سواری سے اتر کر آپ نے وہاں ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر فرمایا یہاں [illegible] قتل کیے جائیں گے جو صحابہ کے علاوہ بہترین شہداء ہوں گے اور بلا حساب جنت میں جائیں گے [illegible] آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے وہاں نشان [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible]

ج - ص ۱۹۹

ظلم کا انجام

یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل کو ختم کرنا چاہا تھا، مگر حق تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آپ کی نسل ہوئی اور دنیا میں پھیل گئی [illegible] سادات اقالیم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں۔ لیکن یزید کی نسل وہیں سے ہی نابود ہونا شروع ہوئی کہ چند ہی عرصے میں اس کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ حافظ ابن کثیر [illegible]

چودہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں تصریح کی ہے۔

وقد انقرضوا كافة فلم يبق ليزيد عقب (ج ۸ ص ۲۳۶)	سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے کوئی ایک بھی تو باقی نہ بچا۔

اور حافظ ابن کثیر ہی کے الفاظ ہیں۔

فانه لم يمهل بعد وقعة الحرة وقتل الحسين الا يسيراً حتى قصمه الله الذي قصم الجبابرة قبله و بعده، انه كان عليماً قديراً۔	سو یزید واقعہ حرہ اور قتل حسین کے بعد یزید کو ڈھیل دی نہ گئی مگر ذرا سی تا آنکہ حق تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا جو اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ظالموں کو ہلاک کرتا رہا ہے بے شک وہ بڑا علم رکھتا ہے اور بڑی قدرت والا ہے۔

اور ۶۴ھ کے واقعات کے ذیل میں مسلم بن عقبہ کی موت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

ثم مات قبحه الله ثم قصمه الله يزيد بن معاوية فمات بعده في ربيع الاول لاربع عشرة خلت منه فما متعهما الله بشيء مما رجوه واملوه بل قهرهم القاهر فوق عباده و سلبهم الملك و نزعه	پھر مسلم بن عقبہ، اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے مر گیا اور یزید بن معاویہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے پیچھے چلتا کیا اور وہ بھی اس کے بعد ۱۴ ربیع الاول کو مر گیا اور ان دونوں کو جو امیدیں اور توقعات تھیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کوئی پوری نہ کی بلکہ اس ذات قاہر نے جو اپنے سب بندوں پر غالب ہے ان پر اپنا قہر نازل فرمایا اور ان کی بادشاہی سلب کر لی اور ان کی سلطنت اس نے

منهم من تنزع الملك ممن تشاء۔ چھینا جس سے چاہتا ہے اسکی سلطنت چھین لیتا ہے۔

تو پھر واقعہ حرہ کے مظالم کو بیان کرتے ہوئے آخر میں ان ہی کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں۔

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لمسلم بن عقبة ان يبيح المدينة ثلاثة أيام وهذا خطأ كبير فاحش، مع ما انضم الى ذلك من قتل خلق من الصحابة وابنائهم وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدي عبيد الله بن زياد وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المفاسد العظيمة في المدينة النبوية ما لا يحد ولا يوصف مما لا يعلمه الا الله عز وجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطيد سلطانه وملكه ودوام ايامه بلا منازعة

اور بے شک یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ تین دن تک مدینہ منورہ کو مباح کر دیجیو۔ فحش غلطی کی یہ بہت بڑی اور فاحش غلطی ہے اور اس غلطی کے ساتھ صحابہ کرام اور ان کی اولاد کی ایک جماعت کا قتل بھی شامل ہوگیا اور سابق میں گزر چکا کہ عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے صحابہ کو شہید کر دیا گیا۔ ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں وہ عظیم مفاسد رونما ہوئے جو حد و حساب سے باہر ہیں اور جن کا بیان کرنا ممکن نہیں بس اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا پورا علم کسی کو نہیں۔

یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی حکومت اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب بلا نزاع کے اس کے ایام سلطنت کو دوام نصیب ہوگا مگر اللہ تعالیٰ

من غير منازع، فعاقبه الله بنقيض قصده، وحال بينه وبين ما يشتهيه، فقصمه الله قاصم الجبابرة، وأخذه أخذ عزيز مقتدر، وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة إن أخذه أليم شديد[1]۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲)

... لے اس کی مراد کو اللہ کریم نے سزا دی اور اس کی ذات عالی یزید کے اور اس کی خواہش کے درمیان حائل ہو گئی کہ اس کی تمنا پوری نہ ہو سکی۔ اس کو اللہ عزوجل نے جو ظالموں کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی اور اسی طرح اس کو ایسا پکڑا جس طرح کہ ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے "اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہیں۔ تو بے شک اس کی پکڑ دردناک ہے سخت ہے۔"

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں امان نداد کہ شب را سحر کند

امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

خلیفہ عبد الملک اموی نے یزید کے زوال اقتدار سے عبرت پکڑی کہ جب گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا کہ

جنبني دماء آل بني أبي طالب فاني رأيت آل حرب[2] لما تهجموا بها لم ينصروا

(تاریخ الیعقوبی[3] ص ۳۰۳ ج ۲ طبع بیروت لبنان)

مجھے آل بنی ابو طالب کی خونریزی سے بچاتے رہنا کیونکہ میں آل حرب کا انجام دیکھ چکا ہوں کہ جب ان کی خونریزی پر اتر پڑے تو بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے۔

---

[1] قرآن پاک کی آیت ہے۔

[2] حرب یزید کے پردادا کا نام ہے اور یہاں آل حرب سے خود یزید مراد ہے

[3] مضمون اگرچہ پیچھے گزر چکا ہے مگر ہم نے یہاں پر اس کا حوالہ دیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خود ان [illegible]
[illegible]

بخصوص یہ ناصبی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہی سے ناواقف ہیں حافظ ابن کثیر نے اس دور کا بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ

فالناس انما میلهم الی الحسین لانه السید الکبیر وابن بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فلیس علی وجه الارض یومئذ احد یساميه ولا یساویه ولکن الدولة الیزیدیة کانت کلها تناوئه

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

سب لوگوں کا میلان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہی سید کبیر اور سبط پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس وقت روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو رفعت و ذکاوت میں آپ کا مقابلہ یا برابری کر سکے لیکن یزیدی حکومت ساری کی ساری آپ کی دشمن برسر [illegible] تھی

یہ ہے اختصار کے ساتھ صورت واقعہ کا اصل نقشہ جو حافظ ابن کثیر کی مشہور عربی تاریخ "البدایہ والنہایہ" سے انہی کے الفاظ میں آپ کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن داستان گو صاحب کو ان تمام حقائق سے انکار ہے، وہ اپنی من گھڑت ہی دہرائے جاتے ہیں اور ان کو تاریخ ابن کثیر کا صرف وہی ایک فقرہ یاد ہے جو انہوں نے مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے بچائے۔

داستان گو کا حضرت ابن زبیر پر افتراء

(۵) داستان گو صاحب لکھتے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تو وہ اسی کو خونریزی سے بچتے تھے ورنہ اس امر کا ذکر ابن سعد کی آئندہ تحقیق میں بھی متعدد جگہ آیا ہے وہ اسی لیے ہیں جیسا کہ تاریخی طور سے ہی واضح کیا [illegible] ہیں اور ان میں باہمی رشتہ مناکحت بھی ہوتا رہا ہے ورنہ تاریخی حوالہ اور حالات حسین جیسا واقعہ کربلا کے بعد قرابت کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہو۔ جیسا کہ محمود احمد عباسی نے خلافت معاویہ و یزید میں مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

چل کر "اصل حقیقت" کے زیرِ عنوان پھر اسی بات کو نئے سرے سے دہرا کر اپنے نظریہ کی اثبات کی کوشش کرتے ہیں۔

> "حضرت حسینؓ کا قتل ان کوفیوں نے کیا جو آپ کو مکہ سے بلا کر لائے تھے۔ اس کا ثبوت طبری کی اس روایت سے مل جاتا ہے جس میں اس حادثہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تقریر کا ذکر ہے۔ طبری صفحہ ۲۷۳ کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے قتل حسین کے سانحہ کی اطلاع پا کر اہلِ مکہ کے سامنے یہ تقریر کی تھی۔
>
> > "اہلِ عراق میں اکثر بدکار و غدار ہیں، ان میں اہلِ کوفہ بدترین ہیں، حسینؓ کو انہوں نے اس لیے بلایا کہ ان کی مدد کریں گے، جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے لڑنے کھڑے ہو گئے۔ واللہ حسین یہ بات نہیں سمجھے کہ اس انبوہ کثیر میں ان کے مخلص ساتھی بہت تھوڑے سے ہیں۔"
>
> ان کے تمام اہلِ خاندان نے بھی ان کے قتل کا الزام کوفیوں پر ہی عائد کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی کوفیوں کی غداری کو ان کے قتل کا موجب بتایا اور اس وقت کی پوری اسلامی دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی وجہ سے خلافت کے خلاف بغاوت کی ان میں سے کسی نے خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسینؓ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی۔"

("داستانِ کربلا" ص ۴۳ تا ۴۵)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جو تقریر "داستان گو" صاحب نے نقل کی ہے، خود فرمائیے! اس میں کہاں یہ ذکر ہے کہ "آپ کو انہی ساٹھ کوفیوں نے شہید کیا ہے جو آپ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے گئے تھے" کیا ان ساٹھ افراد کے علاوہ کوفہ میں اور کوئی متنفس نہیں بستا تھا؟ کیا کوفہ کی آبادی کل بس انہی ساٹھ نفوس پر مشتمل

تھی؟ کیا یزیدی لشکر جس کی تعداد چار ہزار تھی اور جو عمر بن سعد کی سرکردگی میں ابن زیاد کے حکم سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے آیا تھا کوفہ سے نہیں آیا تھا؟ کیا اس فوج کے افراد کوفہ کے رہنے والے نہ تھے؟ کیا شمر کوفی نہ تھا؟ کیا عمر بن سعد کوفہ سے نہیں آیا تھا؟ کیا عبید اللہ بن زیاد اس وقت کوفہ کا گورنر نہ تھا؟

یہی کوفی تو تھے جو ابن زیاد کی ترغیب و تحریص پر عمر بن سعد کے زیر کمان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے آئے یہی ان بہتر نفوس کے قاتل ہیں جن میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے اہل بیت اور وہ ساتھی کون شامل ہیں جو حضرت ممدوح کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ "داستان گو" صاحب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کرام کے خون کا الزام خلیفہ یزید، اس کے عمال و حکام اور یزیدی دستہ فوج کی سپاہ سے جو تمام تر کوفیوں پر مشتمل تھی اور جس کو ابن زیاد نے زر و زور صرف کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا، ان کوفی شہیدان کربلا پر ڈالنا چاہتے ہیں جنہوں نے بڑی بہادری کے ساتھ برضا و رغبت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں قربان کیں۔ مشہور ہے جو شخص جھوٹ بولنے سے ذرا نہ شرماتا ہو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت جوڑنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متہم کرے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو بھی سازش کا نتیجہ قرار دے کر اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور افراد بنی ہاشم کو ملوث کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بلوائیوں کی کمان اور ان کی قیادت کرنے کا الزام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کرے

اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور ان حضرات کے صاحبزادگان حضرات حسنین، حضرت محمد بن طلحہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ذمہ دار ٹھہرانے والی سے اس کے سوا اور کیا امید کی جا سکتی ہے کہ وہ خود شہدائے کربلا کو حضرت حسین اور ان کے اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتلائے، ایسا شخص جتنا بھی جھوٹ وضع کرے! افسوس ان سادہ لوح حضرات پر ہے جو اس مجلس کے جلسوں کی صدارت کرتے ہیں، اس کے کتابچوں پر تقریظیں لکھتے ہیں ان کی دینی اعانت کرتے [illegible] کیا انہیں [illegible] جھوٹ [illegible] پھیلاتے ہیں، اور پھر ان کو خرید کر بانٹتے اور تقسیم کرتے ہیں

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

(اگر تم جانتے نہیں تو یہ مصیبت ہے اور جو جانتے ہوئے (ایسا کرتے ہو) تو یہ بہت بڑی مصیبت ہے)

"[illegible]
[illegible]
[illegible] اور ان کو بہت احترام کے ساتھ دفن کر دیا ___
بالخصوص [illegible] کے بچے کچھے افراد جو انہیں [illegible] آرام سے رکھا، جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کا علاج کیا
کوفہ میں بعض شیعہ [illegible] نے خیر خواہی سے ان حضرات سے ملاقات کی اپنی ہمدردیاں جتائیں، انہیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا

[illegible] ملاحظہ فرمائیں۔

گر مکہ بھیجے جائیں۔ لیکن حضرت حسینؑ کے صاحبزادے زین العابدینؑ نے جنہیں زخمی کر کے کوئی سمجھے تھے کہ مر چکے ہیں مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ گئے تھے، وہ سب کو عمر بن ابن زیاد، عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کی سرپرستی و دیگر جہال میں علاج کرا رہے تھے فرمایا

"میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے ہی میرے پدر بزرگوار کو خط لکھ کر اور فریب دے کر بلایا اور ان سے جنگ کر کے انہیں مار ڈالا۔ خدا رسوا کرے [illegible] میں ہرگز [illegible] نصیب میں نہیں آئے گا ہرگز [illegible] قول و قرار پر اعتبار نہیں کروں گا۔ ابھی کل ہی میرے باپ اور میرے اہل خاندان کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے میرے جد کے غم سے میں نڈھال ہو گیا ہوں" (ترجمہ کتاب الملہوف [illegible] صفحہ [illegible])

ہر گز [illegible] زینب [illegible] یاد آ [illegible] لیے بیان تک کیا کہ تم جانتے ہو [illegible] ہوئے [illegible] حالانکہ تم نے [illegible] [illegible] ([illegible] صفحہ [illegible])

"فاطمہ بنت حسینؑ نے بھی یہی [illegible] کی" (داستان کربلا ص [illegible])

[illegible] گو" صاحب اپنی [illegible] روایت [illegible] بیان کرتے ہیں کہ حضرت زین العابدینؑ، حضرت زینب اور حضرت فاطمہ بنت حسین رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس کوفہ میں [illegible] شیعان علی خبر ملتے ہی ملاقات کے لیے آئے [illegible] جائیں اور انہیں شام جانے سے روک لیا جائے اور مشورہ دیا کہ [illegible] چلے جائیں" اور [illegible] ان تینوں حضرات نے [illegible] کی [illegible]"

صاحب نے "بلاذری" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ وہی مردود تھے جو دوبارہ شیعہ ہو کر ان حضرات کے پاس آ گئے تھے جن کو بقول ان کے اہل شام نے گھیر گھیر کر اور پکڑ پکڑ کر عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن اور ان کے لشکریوں نے قتل کر ڈالا تھا اور ان کے دستے کے بعض سواروں نے ان کی لاشوں کو پامال بھی کیا تھا، تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں، یعنی وہی سازشی کوفی "شہدائے کربلا" رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کو مار گئے۔

صاحب حضرت حسین اور ان کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتاتے ہیں یا یہ وہ لوگ تھے جو عبید اللہ بن زیاد کے دباؤ میں آ کر عمر بن سعد کی کمان میں اور شمر کی معیت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے جاں نثاروں سے لڑنے آئے تھے اور جو واقعی حضرات "شہدائے کربلا" کے اصل قاتل تھے اور یہ بجا طور پر زجر و توبیخ کے مستحق اور لعن طعن کے قابل تھے، اس وجہ سے ان کی سختی سے سرزنش کی جانی چاہیے۔

اب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تقریر کے اصل الفاظ بھی پڑھ لیجیے جس کو [illegible] صاحب نے تاریخ طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس پر غور کیجیے کہ یہ صاحب زیب داستان کے لیے صورت واقعہ کو مسخ کرنے میں کیا کمال رکھتے ہیں۔ تاریخ طبری کی عبارت حسب ذیل ہے

لما قتل الحسين عليه السلام	جب حضرت حسین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے
قام ابن الزبير في أهل مكة	تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اہل
وعظم مقتله وعاب أهل	مکہ کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان کے
الكوفة خاصة ولام أهل العراق	قتل کو بہت بڑا سانحہ قرار دیا، اہل کوفہ کو خصوصیت
عامة. فقال بعد أن حمد الله و	کے ساتھ معیوب بتایا اور عمومی طور پر اہل عراق
أثنى عليه وصلى على محمد صلى	کو ملامت کی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد
الله عليه وسلم إن أهل العراق	و ثنا کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

غُدُرٌ فُجُرٌ الا قليلا وان اهل الكوفة شرار اهل العراق وانهم دعوا حسينا لينصروه و يولوه عليهم، فلما قدم عليه ثاروا اليه، فقالوا له اما ان تضع يدك في ايدينا فنبعث بك الى ابن زياد بن سمية سلما فيمضي فيك حكمه، واما ان تحارب، فرأى والله انه هو واصحابه قليل في كثير، وان كان الله عزوجل لم يطلع على الغيب احدا انه مقتول، ولكنه اختار الميتة الكريمة على الحياة الذميمة، فرحم الله حسينا واخزى قاتل الحسين، لعمري لقد كان من خلافهم اياه و عصيانهم ما كان في مثله واعظ وناه عنهم ولكنه ما حم نازل واذا اراد الله امرا لن يدفع افبعد الحسين

بیٹھ گئے بعد فرمایا کہ اہل عراق میں قلیل تعداد کو مستثنیٰ کر کے اکثر غدار، دھوکا باز ہیں اور کوفہ والے تو اہل عراق کے بدترین لوگ ہیں، انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے بلایا تھا کہ ان کی مدد کریں گے اور ان کو اپنا والی بنائیں گے، پھر جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے مطالبہ کرنے لگے کہ یا تو آپ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں پکڑا دیں تاکہ ہم آپ کو گرفتار کر کے بصورت امن زیاد بن سمیہ کے پاس پہنچا دیں اور وہ اپنا حکم آپ پر چلائے ورنہ آپ جنگ کے لیے تیار رہیں، سو حضرت حسین نے دیکھتے ہوئے کہ ان کی کثیر تعداد کے مقابلہ میں آپ کی اور آپ کے اصحاب کی تعداد قلیل ہے اور گو اللہ عزوجل نے کسی کو غیب کی خبر نہیں دی کہ وہ ضرور قتل ہو کر رہے گا، تاہم آپ نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی، اللہ تعالیٰ حسین پر رحمت نازل فرمائے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے بجان من ان لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے شخص کی جس طرح سے مخالفت اور نافرمانی کی وہ ان کے طرز عمل سے نصیحت پکڑنے

فنطمئن الی ہؤلاء القوم ف
نصدق قولهم و نقبل
لهم عهداً؟ لا و لا
نراهم لذالك اهلاً
اما والله لقد قتلوه
طويلاً بالليل قيامه
كثيراً في النهار صيامه
احق بما هم فيه منهم
و اولى به في الدين و
الفضل، اما والله ما
كان يبدل بالقرآن
الغناء ولا بالبكاء من خشية الله الحداء،
ولا بالصيام شرب الحرام، و لا
بالمجالس في حلق الذكر
الركض في تطلاب الصيد
يعرض بيزيد فسوف
يلقون غياً۔

(تاریخ طبری ج ۷
ص ۴۷۴، ۴۷۵)

اس بات سے روکنے کے لیے کافی تھا لیکن جو تقدیر میں ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی معاملہ کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو اس کو ہرگز ٹالا نہیں جا سکتا۔ سو کیا اب حسین کے بعد ہم اس ظالم قوم پر اطمینان کریں ان کے قول کی تصدیق کریں اور ان کے عہد کو قبول کریں؟ نہیں نہیں ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے، خدا کی قسم انہوں نے اس حسین کو قتل کیا ہے جو راتوں کو کھڑے ہو کر نمازوں میں گزار دیتے تھے اور دنوں کو کثرت سے روزے رکھتے تھے اور جو اقتدار ان کو ملا ہے وہ اس کے ان سے زیادہ حقدار اور دین اور فضل کے اعتبار سے وہ اس کے مستحق تھے، بخدا وہ تلاوت قرآن کی بجائے گانا سننے کے عادی اور خوف الٰہی سے رونے کی بجائے غنا و سرود کا شغل نہیں رکھتے تھے، روزوں کی بجائے شراب خوری میں مصروف رہتے تھے، ذکر الٰہی کی مجالس کو چھوڑ کر شکار کی جستجو میں گھوڑے کو ایڑ لگایا کرتے تھے، یہ سب یزید پر طنز تھیں۔ یہ لوگ عنقریب آخرت میں تباہی دیکھیں گے۔

اس تقریر کو پھر پڑھیے، یزید اور اس کی کون سی قدح کا بیان ہوا ہے جو حضرت

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی "شہداء کربلا" کا، یہ شغل ہے دشمنی و بے سیر و شکار کی مصروفیت، یہ رقص و سرود کے شغلے کس کے کردار پر طنز ہیں؟ کیا یزید کے کردار پر نہیں؟ جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر سن کر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا اور پھر ابن زیاد نے کوفیوں کو ترغیب و ترہیب سے حضرت مسلم سے غداری پر آمادہ کیا اور عمر بن سعد کو سالارِ لشکر بنا کر آپ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اسی حکومت اور اس کے کارندوں کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں پر ہم کیونکر اطمینان کریں اور ان کی باتوں کو ہم کس طرح سچ جانیں اور ان کے عہد و پیمان پر کس طرح اعتماد ہو کہ جنہوں نے حضرت حسین [illegible] [illegible] [illegible] کیا [illegible] یزید جیسے بد کردار [illegible] خوشی [illegible] کیا [illegible] باقی حسین کی ذمہ داری یزید پر نہیں ڈالی گئی، مگر داستانِ کربلا کے مصنف [illegible] میں مصروف اور فساد و لیس میں گم ہیں۔

یزید کی براءت کے سلسلے میں داستان سرائی

(۵) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]

[illegible] یزید [illegible] [illegible] [illegible] آج تک جو [illegible] پہنچا اس سے پوری اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے مگر [illegible] صاحب بھی تک اس سے انجان بنے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

> "اس وقت کی پوری اسلامی دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے ان زمانے میں کسی وجہ سے حکومت کے خلاف بغاوت کی، ان میں سے کسی نے بھی خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسین کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی۔" (داستانِ کربلا ص ۴۵)

حالانکہ خود [illegible] اپنے [illegible] حضرت عثمان کی شہادت کیوں اور کیسے؟"

میں یہ تحریر فرما چکے ہیں کہ

"حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دینی، سیاسی اور تاریخی عظمت بجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم، لیکن حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت کے پس سازشانہ پس منظر میں خلافت کا منصب سنبھالا تھا اور انسدادی طور پر حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبیداللہ کے قتل کرنے کے خونی دباؤ اور مطالبہ سے صرف چشم پوشی کرنا پڑا تھا جس کے مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی، جیسا کہ واقعہ قتل حسین کے بعد ہو گئی" (ص ۳۰)

تعجب ہے کہ یہ ماننے کے بعد بھی کہ

"واقعہ قتل حسین کے بعد امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو گئی"

عباسی صاحب کربلا لکھنے بیٹھے تو سب کچھ فراموش کر کے بالکل انجان بن گئے۔ سچ ہے
دروغ گو را حافظہ نباشد

اب عباسی صاحب اپنے منظور نظر یزید کی کرامت پر بیداد [illegible] کے بد اعمال عمال حکومت کے خلاف ہو گئی ہے یا ان کا شہ کردہ "شہداء کربلا" کہ کاچو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں درجۂ شہادت پر فائز ہو کر داخل جنت ہوئے

خاندانِ حسینؓ کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ

(ہے) "واقعہ" عباسی کا" عباسی صاحب نے جو بات

بڑے مزے لے لے کر بیان کی ہے کہ

- خلیفہ یزید نے اپنے والد حضرت معاویہؓ کے طریقہ کے مطابق حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد

> خاندان کے پیش بہا وظیفے مقرر کر دیے اور یہ حضرات بفراغت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔"
>
> ("داستانِ کربلا" ص ۲)

اگر یہ بات سچ ہے تو "داستان گو" صاحب ذرا بتائیں کہ یہ پیش بہا وظیفے یزید نے اپنی ذاتی اور خاندانی جاگیر سے مقرر کیے تھے یا مسلمانوں کے بیت المال سے۔ اگر بیت المال سے مقرر کیے تھے تو حضرت زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان ان پیش بہا وظیفوں کے مستحق بھی تھے یا نہیں۔ اگر مستحق تھے تو پہلے سے کیوں مقرر نہیں کیے اور اگر غیر مستحق تھے تو یزید کو مسلمانوں کے بیت المال میں بے جا تصرف کرنے کا کیا حق حاصل تھا جو اس نے اپنی طرف سے ان کے پیش بہا وظیفے مقرر کر دیے اور یہ حضرات کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔

یزید کی جانشینی کی نرالی توجیہہ (۸) "داستان گو" صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ داستان گھڑنے کے تمام پس منظر میں واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

> "حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر مسلمانوں کے درمیان پھر کہیں تنازع نہ اٹھ کھڑا ہو اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب کر کے اپنے بیٹے یزید کے لیے جانشینی کی بیعت عام لے لی۔
>
> چونکہ حکومت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بالعموم پر مشتمل تھا اور یہ لوگ ہمیشہ انہی حکمرانوں کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا کوئی فرد ہو نیز یہ شخص اور اس کے جانشینوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعوی تھے

نئے خلیفہ کے شورائے عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیئے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنا دیا تھا۔ اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے پوری مملکت کے عوام سے مشورہ کر کے امیر یزید کی ولی عہدی کی بیعت حاصل کی۔

اس دوران کوفہ میں رہنے والے قاتلین عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؓ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ اب حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے حضرت معاویہؓ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورت حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ

"میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے درپے ہوں" (اخبار الطوال)

سنہ ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ کی وفات ہو گئی، آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسین کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ

"مجمع عام میں بیعت کی جائے، وہیں میں بھی بیعت کروں گا"

(طبری۔ اخبار الطوال)

لیکن دوسرے دن آپ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے، آپ کے علاوہ آپ کی ہمشیرگان ام کلثوم، زینب، آپ کے برادران ابوبکر، جعفر اور عباس اور آپ کے صاحبزادگان نیز فرزندان حضرت حسن بھی تھے، البتہ آپ کے

ایک بھائی محمد بن حنفیہ اور بہت سے اہل خاندان ساتھ نہیں گئے، امیر مکہ گورنر
اور حکام نے کوئی تعرض نہیں کیا اور حضرت حسین کو ان کے اہل خانہ کے ساتھ
کر چلے جانے دیا۔ راستے میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے پوچھا کہاں جا رہے
ہو، جواب دیا کوفہ جا رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہیں کوفہ
کے شیعان علی کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپ کے
والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اسے یاد کیجیے اور ان کے
قریب بھی نہ جائیے گا۔ (اخبار الطوال)

کوفہ کے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین یزید کی بیعت کے بغیر
مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں تو انہوں نے سلیمان بن صرد کے گھر مشورہ کیا
اور عبداللہ بن سبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ اس مضمون
کا خط حضرت حسین کو بھیجا کہ
"آپ کوفہ آئیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم
نعمان بن بشیر کو جو انصاری ہے نکال دیں گے۔"

حضرت حسین کے پاس صبح پے درپے قاصد پہنچے اور شام کو مزید دو قاصد
بھیجے یہاں تک خطوط جن پر دو دو چار چار شخصوں کے دستخط تھے آ کر پہنچ
گئے مضمون ایک ہی تھا کہ کوفہ تشریف لائیے اور بیعت لیجئے۔ غرضیکہ ہر
روز صبح و شام کوفہ سے آنے والے قاصدوں کا تانتا بندھ گیا۔ حضرت
حسین نے ان تمام خطوط کو یکجا کیا ـــــ اور اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل
کے ذریعہ ایک خط اہل کوفہ کے نام جواب میں بھیج کر ان آمدہ خطوط کی
تصدیق ہو جائے۔ (اخبار الطوال)

بعد کے واقعات اور انجام آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں۔ داستان کربلا تمام)

"داستان گو" صاحب کو ایک ہی سانس میں متضاد باتیں کہنے میں [illegible] ہیں
چنانچہ جہاں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ

"بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیئے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنا دیا تھا" (ص ۲۰)

اسی کے ساتھ بلا توقف یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ

"اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول اور ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کر کے امیر یزید کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی" (ص ۲۱)

نیز یہ کہ حضرت معاویہ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر جانشینی کے دعویداروں میں پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب رائے کر کے اپنے بیٹے یزید کے لیے جانشینی کی بیعت عام لے لی" (ص [illegible])

ظاہر ہے کہ جب بقول ان کے "نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات ہی معدوم تھے" تو یہ "ان ہونی" کیسے ہو گئی کہ یزید کے بارے میں استصواب عام کیونکر ممکن ہوا؟ ایسی صورت میں اصحاب رسول اور ازواج مطہرات و اہل بیت اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کی آخر کیا صورت ہوئی؟ اور اگر حضرت معاویہ سے عدم تکلم تھا یا [illegible] "داستان گو" کے بیان کی [illegible] کے سلسلہ میں ہو گی بلکہ یزید کے مر جانے پر بھی اس کے بیٹے معاویہ نے خلافت کا [illegible] منصوب [illegible] "داستان گو" کا بیان ہے کہ

"خلیفہ یزید کے بعد ان کے صاحبزادہ معاویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کرنا چاہی، معاویہ نے مجلس شوریٰ سے کہا کہ وہ خود کو اس منصب کے لئے اہل نہیں پاتے۔ اس لیے مسلمان باہم مشورہ سے کوئی بہتر شخص منتخب کریں"

(ص ۹۶)

تو پھر یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کی بجائے اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بھی یہی طریق کار اپنایا جاتا تو آخر اس میں کیا قباحت تھی کہ امت مشورۂ عام سے جس شخص کو چاہتی خلافت کے لیے منتخب کر لیتی آپ خود ہی سوچیں کہ معاویہ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ طرز عمل لائق تحسین ہے یا [illegible] کی ولیعہدی کا اس حسن کی توجیہ میں "داستان گو" صاحب سرگرداں ہی ہیں مگر کوئی بات نہ بن سکی (۹) چنانچہ کتاب و سنت سے یزید کی ولیعہدی کا کوئی معقول جواز پیش کرنے کی بجائے "داستان گو" صاحب اس سلسلہ میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ

"چونکہ مملکت اسلامیہ کا بیشتر حصہ ملک غالب اکثریت والے حصے ملک عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم ان حکمرانوں کی خدمت کرتے تھے جو عمر کی [illegible] اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا"

(ص ۱۰۱)

واقعی یزید کی ولیعہدی کی خاطر صحابہ کی عہد و پیمان کی [illegible] پہلی پھر کر تھی تک انتخاب کی

جناب کی تصریح سے واضح ہوئی کہ "اہل عجم" کی اطاعت کی خاطر یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ کھڑا ہوا اور اس بارے میں "اہل عجم" کا آنا پاس و لحاظ کیا گیا کہ امور سلطنت میں بھی [illegible] کا طریقہ اپنایا گیا۔

تعجب ہے کہ آپ کے ممدوح یزید کی ولی عہدی کے بارے میں تو اتنا خیال رکھا جاتا ہے مگر "مجلس حضرت عثمان غنیؓ" میں یہ "اہل ایمان" کے اتنے مخالف ہو کر ان کے کفر و زندقہ و نفاق کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ "داستان کربلا" کے آخر میں مجلس کے تعارف اور شہدائے کرام کے سلسلے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

"چونکہ اولین اہل علم عموماً انہیں اقوام میں سے ہوئے تھے جن کی شوکت و حکومت اور جاہ و وجاہت کا تختہ اسلام کے سیلاب اور انہی مقدس صحابہ کرام کے اقبال، عزم و ہمت اور قوت بازو سے پیوند خاک ہو چکی تھی بناء بریں انہوں نے اپنے کفر و زندقہ اور جذبۂ انتقام کو نفاق کی پوشش چادر میں چھپا کر صدر اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہ اور محسنین امت کے حسین کردار اور حقیقی خدمات پر مفتریات و مکذوبات کی گہری تہیں بیٹھ گئیں جنہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ماحصل زندگی منظور نظر اور اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کہا جا سکتا ہے" الخ (ص ۱۰۲۔۱۰۳)

اب خود ہی سوچ لیجئے کہ کیا "دین اولین اہل عجم کی خوشنودی کے لیے یزید" کی ولی عہدی کی بیعت لی گئی تھی؟ اور کیا ان ہی کی اطاعت کی خاطر ان کے زمرہ میں داخل کرایا گیا تھا۔ خوب جناب نے یزید کی ولی عہدی کی تحسین کا حق ادا کیا ۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

(۱۰) یہاں یہ واقعہ کتنا دلچسپ نظر آتا ہے کہ پہلے "داستان" کے صاحب اس بات پر تصریح کر چکے ہیں کہ

"حضرت علیؓ کی وفات اور تدفین کے بعد لوگ حضرت حسنؓ کے پاس مسجد میں جمع ہو گئے اور ان کی بیعت کی" (داستان کربلا ص ۱۱)

چنانچہ ان کے الفاظ میں کہ

"حضرت علیؓ کے بعد ان شیعوں نے حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن کو ان کا جانشین خلیفہ بنا کر باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم قائم کی" (داستان کربلا ص ۱۵)

غور فرمایئے! یزید کی ولی عہدی کے لیے تو توجیہیں گڑھی جاتی ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولی عہدی پر طنز کیا جاتا ہے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر حضرات صحابہ و تابعین برضا و رغبت بیعت کر لیں اور تمام اہل السنت والجماعت ان کو خلیفہ راشد مان لیں، تو یہ بات قابل نکیر ہے کہ باپ کے بعد بیٹے کی ولیعہدی کی رسم" قائم ہوئی ہے لیکن اگر یزید کو اپنے باپ کی ہی زندگی میں ولیعہد بنا دیا جائے تو وہ قابل تحسین ہے، قرین مصلحت ہے۔ کیونکہ "محاسن عثمان غنی" کے شیدائی اموی کی نظر میں ایسی صورت میں باپ کے بعد بیٹے کی ولیعہدی کی رسم" یا تو سرے سے وقوع پذیر ہی نہیں ہوتی یا پھر عین صواب ہے پھر یہ کہنا ہی غلط کہ "ولی عہدی کی رسم قائم کی۔

ولیعہد اور خلیفہ میں جو فرق ہے سب کو معلوم ہے "داستان گو" صاحب کا کلام دھوکا اور بات ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کا "ولیعہد" نہیں بنایا گیا تھا بلکہ حضرت ممدوح سے عام مرضی سے بیعت خلافت کی تھی اور باتفاق اہل سنت والجماعت جب تک کہ آپ نے عہدہ حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض نہیں کیا آپ کا شمار خلفاء راشدین میں ہے آپ کا زمانہ ولیعہدی تو اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے زمام حکومت سونپی اور اس وقت آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولیعہد نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی عہد تھے یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اٹھا ہے اب ہم پوچھنا چاہتے

ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی ولیعہدی کی بیعت کے دوران جتنا عرصہ گزرا اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں آخر وہ بڑا جرم یا وہ کونسی فتوحات ہوئیں جن کی بنا پر مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ اب بلا جبر پر مستقل ہو گیا°! جو اس سے پہلے نہ تھا۔ نیز اگر یہ بات صحیح ہے کہ ”اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو، اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا فرد ہو“ تو اس میں یزید بن معاویہ ہی کی کیا خصوصیت ہوئی کیا خلفاء راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد امجاد حکمرانوں کی اولاد نہ تھی؟ کیا تاریخ اسلام میں سب سے پہلے حکمران حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہوئے ہیں؟ مزید یہ کہ ”داستان گو“ صاحب تو یزید کے بعد مروان ہی کو خلیفہ مانتے ہیں کیا مروان کے والد بزرگوار حکم بھی کبھی کسی زمانہ میں عالم اسلام کے حکمران رہے تھے؟ عوام کو اس طرح گمراہ کرنے سے فائدہ!

بنی ہاشم پر افترا

(۱۱) درجواب بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف جو خلافت کے استحقاق کے ادعاء کا دعویٰ منسوب کیا ہے، اس کا تاریخی ثبوت کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی سے پہلے بنی ہاشم میں دو خلیفہ ہوئے ہیں، ایک حضرت علی دوسرے ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور دونوں کا انتخاب خلافت کے لیے ارباب حل و عقد نے کیا تھا، ان میں سے خود کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ نہیں کیا اور دونوں اہل سنت کے نزدیک خلیفہ راشد ہیں، ان دونوں کے علاوہ یزید کی بیعت کے زمانے تک بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ کیا ہو تو ذرا اس کا نام تو بتائیے! خلفاء راشدین کے بارے میں غلط بیانی سے کوئی فائدہ؟ نیز یہ عرض یہاں بھی لیا جا سکتا ہے کہ بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق

کا دعویٰ کیا گیا تو اس سے کونسی قیامت ٹوٹ پڑی۔ خلافت کا حق قریش کے لیے نص سے ثابت ہے کیا بنو ہاشم جو خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں قریش سے خارج ہیں کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں صرف بنی ہاشم کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی۔ اور بنی امیہ میں بھی صرف بنو حرب کے لیے جو یزید کی ولی عہدی ضروری ٹھہری اور پھر بھی بنو ہاشم کے بارے میں تو جناب کی معلومات قابل داد ہیں کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی "سادات ہاشمیین" میں کیوں [illegible] بنی ہاشم میں شمار کیا ہے (ص ۱۰۳) حالانکہ وہ قطعاً ہاشمی نہیں۔ علامہ قریشی احمد نے بھی [illegible] شیخ [illegible] خلافت [illegible] کا حق سمجھتے ہیں اور ان کے [illegible] [illegible] آتی ہے کہ اگر دو میں ایک شخص نے جو اس امر کا قائل تھا کہ منصب خلافت [illegible] امیہ کے علاوہ اور کسی کے لیے روا نہیں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بھی [illegible] لکھی ہے [illegible]

حضرت حسین کے بارے میں فیاض تراشی

[illegible]

اس دوران [illegible] رہتے تھے [illegible] عثمانی گروہ کے افراد سے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا حضرت حسن فوت ہو چکے تھے [illegible] حضرت حسین کو [illegible] کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورت [illegible] کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا: میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔"

(تاریخ [illegible] ص ۲۲۲) [illegible]

سو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو ان کو یہ افسانہ تراشنا ہی چاہیے کہ قاتلین عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا کیونکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے برادر بزرگوار حضرت حسن اور ان دونوں کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک کرنا چاہتے ہیں، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ :-

"حضرت حسن فوت ہو چکے تھے" اور ان کی وفات سنہ ۴۹ھ یا سنہ ۵۰ھ میں ہوئی ہے اور اسی "داستان کربلا" میں ان کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ :

> "امر خلافت جو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد سنہ ۳۵ھ کے آخر سے معطل[1] ہو گیا تھا اور مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے تھے، حضرت حسن کے اس اقدام سے (کہ انہوں نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی) سنہ ۴۱ھ کے شروع میں ۵ سال بعد پھر بحال ہو گیا اور امت ایک ہی خلیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں متحد ہو گئی" (ص ۱۹)

غرض یہ کہ سنہ ۴۱ھ سے لے کر سنہ ۴۹ھ یا سنہ ۵۰ھ تک پورے نو دس برس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام قلمرو اسلامی کے بلا شرکت غیرے مطلق فرمانروا تھے اور اسی لیے "داستان کربلا" ہی کے قول کے مطابق اس وقت

---

[1] کیونکہ شیعان مروان "مجلس عثمان غنی" حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں نہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سے ان کے عقیدہ کے مطابق امر خلافت معطل رہا۔

حضرت معاویہ قاتلین عثمان ۔ اور فتنہ بازوں کو جو مدت سے شورش کر رہے تھے کیفر کردار تک پہنچا سکے گی۔"
(ص ۲۰)

پھر یہ قاتلین عثمان، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے کیونکر بچ گئے
شاید اس کا جواب یہ ہو کہ

" حضرت معاویہ کے ڈر سے قاتلوں کے بہت سے ساتھی روپوش ہو گئے "
("داستان کربلا" ص ۲۰)

تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہے گا کہ خود ان کی تحریر کے مطابق "کوفہ میں رہنے والے" قاتلان عثمان "کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورت حال پر تنبیہ کیا تھا"
آخر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو کیوں متنبہ کیا؟ جب ان کو ان باتوں کا پتہ چل گیا تھا تو پھر ان "قاتلین عثمان" کو کیوں کیفر کردار تک نہ پہنچایا کہ وہ پیچھے باقی نہ بچتے۔ خیر یہ "داستان گو" صاحب کی جھوٹ سے بات کہیں ٹکراتی ہے! معاملہ اور الجھ جاتا ہے!

غلط الزام دینے کی تو "داستان گو" صاحب سے شکایت ہی کیا، وہ تو ان کی پرانی عادت ہی ہے جس کے دوران کی تفتیش ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے کہ "داستان گو" صاحب نے کس طرح پیچ میں جھوٹ کا صورت کو مسخ کیا ہے۔ یہاں بھی وہی کارروائی فرمائی اور ان اشراف کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور جلیل القدر صحابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حجر بن ادبر اور حجر الخیر کے نام سے مشہور ہیں) کے قتل کیے جانے کی خبر سن کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے، "قاتلین عثمان" کی تہمت لگا دی ہے، حضرت حجر بن عدی

رضی اللہ عنہ سے منسوب یا ایسی شرارت کرنا تو تیز فہمی سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں یہ سب "داستان گو" صاحب کی بنائی ہوئی داستان ہے۔ "تاریخ طبری" اور "اخبار الطوال" سے جس کا "داستان گو" صاحب نے حوالہ دیا ہے مراجعت کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کو مطعون کرنا

(۱۳) اور بیعت یزید کے سلسلہ میں "داستان گو" صاحب کا یہ بیان ہے کہ

> "۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ کی وفات ہو گئی، آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی۔ مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسینؓ کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ مجمع عام میں بیعت کی جائے تب میں وہاں بیعت کر لوں گا۔ (طبری ۔ اخبار الطوال)
>
> "لیکن دوسرے دن آپ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے" (ص ۱۲)

اس کا مقصد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط گو اور وعدہ خلافی سے متہم کرنا ہے "تاریخ طبری" اور "اخبار الطوال" میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مدینہ سے یہ کہا ہو کہ "میں بیعت کر لوں گا" یہ بات "داستان گو" صاحب نے اپنے جی سے بنائی ہے، واقعہ تو یہ ہے کہ جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تو اس کو سب سے پہلے اس بات کی فکر تھی کہ ان دو آدمیوں سے کس طرح نمٹا جائے، جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہی میں یزید کی ولیعہدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، چنانچہ فوراً ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نام جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا ایک چھوٹے سے پرچہ پر جو بقول "مؤرخ طبری" "چوہے کے کان" کے برابر تھا، لکھا (ابن علاوہ) یہ فرمان لکھ کر بھیجا

اما بعد فخذ حسینا و عبد الله	اما بعد بیعت کے سلسلہ میں حسین عبد اللہ
بن عمر و عبد الله بن الزبیر بالبیعة	بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر کو پوری سختی کے
اخذا شدیدا لیست فیه رخصة	ساتھ پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں

حتی یبایعا والسلام۔	انہیں رخصت نہ ملنے پائے
(تاریخ الطبری صفحہ ۲۳۳ ج ۵)	والسلام۔

ولید کو یزید کا یہ حکم ملا تو وہ فتنہ کے خوف سے گھبرا گیا۔[1] مروان اور ولید میں ان بن تھی، لیکن معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر اس نے مروان کو مشورہ کے لیے طلب کیا اس شقی[2] نے فتنہ کو جو مشورہ دیا وہ سننے کے قابل ہے۔

علیك بالحسین بن علی وعبد الله	تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علی
بن الزبیر فابعث الیهما الساعة	اور عبداللہ بن زبیر کو بلاؤ اگر وہ دونوں
فان بایعا والا فاضرب اعناقهما	بیعت کرلیں تو خیر ورنہ دونوں کی گردنیں
قبل ان یعلن الخبر	اڑا دو۔ کام معاویہ کی خبر مرگ کے
(الاخبار الطوال ۲۲۶)	اعلان سے پہلے پہلے ہو جانا چاہیے۔

ولید نے مروان کے مشورہ کے مطابق عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو ان دونوں حضرات کو بلانے کے لیے بھیج دیا، جو اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ولید کا پیغام پہنچا تو ان حضرات نے عبداللہ سے فرمایا تم چلو ہم آتے ہیں۔ وہ چلا گیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ "اس بے وقت کی طلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

---

[1] ابو مخنف وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں: فلما ورد ذلك علی الولید فظع به وخاف الفتنة (الاخبار الطوال ص ۲۲۶) جب ولید کے پاس یہ حکم پہنچا تو وہ گھبرا گیا اور اسے فتنہ کا اندیشہ ہوا۔

[2] دیکھا آپ نے حضرت امیرالمؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل میں مروان کی جان بخشی کی تھی۔ اس احسان کا اس نے اس کا یہ صلہ دیا۔

"میرا گمان ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا اس لیے بیعت کے لیے ہمیں بلایا ہے۔" ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا "میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔" اس گفتگو کے بعد دونوں، حضرات اپنے گھروں کو واپس آگئے۔ گھر پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلاموں اور موالی کو جمع کر کے "دارالامارۃ" کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کو ہدایت کی کہ دروازے پر ٹھہرے رہو اور اگر اندر سے میری آواز سنو تو "دارالامارۃ" میں گھس جانا۔ یہ فرما کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے گئے۔ ولید نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر سنا کر یزید کا فرمان دکھایا اور اس کی بیعت کے لیے کہا۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعزیت کے بعد فرمایا کہ

أما ما سألتني من البيعة فإن	بیعت کے بارے میں جو تم نے کہا
مثلي لا يعطي بيعته سراً	ہے تو مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا
ولا أراك تجتزئ بها مني	اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی میری خفیہ بیعت کو
سراً دون أن تظهرها على	کافی نہیں سمجھتے جب تک کہ تم برملا لوگوں
رؤوس الناس علانية۔	کے سامنے اس کا اظہار نہ کرو۔

ولید نے کہا "اجل (ہاں ہاں)" اس پر آپ نے اس سے فرمایا۔

فإذا خرجت إلى الناس فدعوتهم إلى	جب تم لوگوں کے سامنے نکل کر ان کو
البيعة دعوتنا مع الناس فكان أمراً	بیعت کی دعوت دو تو ہمیں بھی سب کے
واحداً (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۳۳۹، ۳۴۰)	ساتھ ہی بلا لینا تاکہ معاملہ یکساں رہے۔

اس عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ "میں بیعت کر لوں گا" بلکہ آپ معاملہ کو لوگوں کے اجتماع پر ٹال رہے ہیں۔ پھر ابھی بیعت لینا شروع نہیں ہوا۔ جیسا کہ "داستان گو" صاحب نے لکھا ہے بلکہ آپ کو بے وقت بلا کر خفیہ طور پر بیعت لینے کے لیے زور ڈالا جا رہا تھا جس سے آپ نے حکمت عملی کے ساتھ

پہلو تہی فرمائی، بہر حال حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو قائل کیا تو اس نے آپ کو "دار الامارۃ" سے جانے کی اجازت دے دی، اس پر مروان نے پھر ولید سے کہا

والله ان فارقك الساعة	خدا کی قسم اگر یہ اس وقت بغیر بیعت کیے
ولم يبايع لا قدرت منه	تیرے پاس سے چلے گئے تو پھر کبھی بھی تو ان
على مثلها ابدا حتى تكثر	سے بیعت لینے پر اس وقت تک قادر نہ ہو
القتلى بينكم وبينه احبس	سکے گا جب تک کہ تمہارے اور ان کے مابین
الرجل، ولا يخرج من	کثرت سے لوگ قتل نہ ہو جائیں، اس شخص کو
عندك حتى يبايع او تضرب	کو قید کرو، جب تک کہ یہ بیعت نہ کر لے یا
عنقه.	اس کا سر قلم کر دیا جائے، یہ تیرے پاس
(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۳۴)	سے نکلنے نہ پائے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مروان کی زبان سے یہ سنا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے باہر نکل آئے کہ

يا ابن الزرقاء انت	ابن زرقاء (مروان کی ماں کا لقب) کیا مجھے تو
تقتلني ام هو، كذبت	مجھے قتل کرے گا یا یہ، خدا کی قسم تو جھوٹ کہتا
والله واثمت.	ہے اور گناہ اپنے سر لیتا ہے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح صحیح سلامت نکل جانے پر مروان سخت برہم ہوا اور ولید سے کہنے لگا۔

عصيتني، لا والله لا	تو نے میری بات نہ مانی، خدا کی قسم اب وہ
يمكنك من مثلها	کبھی بھی کسی بارے میں اپنے اوپر قابو
من نفسه ابدا.	نہیں دیں گے۔

ولید نے مروان سے کہا "مروان یہ زہر تو بیچ کسی اور کو، تو میرے لیے وہ بات پسند کر رہا ہے جس میں میرے دین کی سراسر بربادی ہے

واللہ ما احب ان لی ما طلعت علیہ الشمس و غربت عنہ من مال الدنیا وملکھا، وانی قتلت حسیناً، سبحان اللہ! اقتل حسیناً ان قال لا ابایع! واللہ انی لا ظن امرأ یحاسب بدم الحسین لخفیف المیزان عند اللہ یوم القیامۃ (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۳)

خدا کی قسم حسینؓ کے قتل کے عوض اگر مجھ کو مشرق و مغرب میں تمام دنیا کا مال اور اس کی سلطنت بھی ملے تو پسند نہیں۔ سبحان اللہ! کیا میں حسین کو صرف اس لیے قتل کر ڈالوں کہ وہ کہتے ہیں "میں بیعت نہیں کرتا" مجھے یقین ہے کہ جس شخص سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حسین کے خون کا حساب لیا جائے گا میزان میں اس کا پلہ ہلکا ہو گا۔

اس پر مروان جل کر بولا، اچھا تمہاری یہی رائے ہے تو پھر تم نے ٹھیک کیا۔ یہ ہے اس واقعہ کی تفصیل جو تاریخ طبری سے نقل کی گئی۔ "اخبار الطوال" اور "تاریخ طبری" دونوں کا مضمون واحد ہے فرق ہے تو بس اجمال و تفصیل کا۔ مورخ دینوری نے بیان واقعہ میں اجمال سے کام لیا ہے اور مورخ طبری نے تفصیل سے۔ مگر "داستان گو" صاحب کو پوری داستان میں بس اتنا ہی یاد ہے جو ان کی غرض کا تھا اور پھر زیب داستان کے لیے دونوں کتابوں کے حوالے سے واقعہ کا وہ الٹا نقشہ کھینچا ہے جس سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذم کا پہلو نمایاں ہو کر نکلے۔ انہیں یزید و مروان سے عقیدت ہے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیر۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کو "بیعت ضلالت" سمجھتے تھے اس لیے وہ اس سے کیوں بیعت کرتے چنانچہ امام ابن حزم ظاہری "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں فرماتے ہیں

و رأى انها بيعة ضلالة	حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے میں
(ج ۲ ص ۱۰ طبع ۱۳۲۱ھ)	یزید کی بیعت، بیعت ضلالت تھی۔

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

انما انكر من انكر من الصحابة رضی	صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم میں سے
الله عنهم ومن التابعين بيعة يزيد بن	جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ و ولید و
معاوية والوليد وسليمان لانهم كانوا	سلیمان کی بیعت سے انکار کیا وہ اس
غير مرضيين (ج ۲ ص ۱۹۹)	لیے کیا کہ یہ اچھے لوگ نہ تھے۔

”داستان گو“ صاحب نے مؤرخ طبری کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کی تصحیح کے سلسلہ میں یزید کے برے کردار پر روشنی ڈالی جا چکی ہے، اس پر دوبارہ نظر ڈال لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کے بارے میں کیا اظہار خیال فرمایا ہے۔

حافظ ابن حزم اندلسی نے بھی اپنی مشہور کتاب ”جمہرۃ انساب العرب“ میں یزید کے کردار پر نہایت مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے، جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہے فرماتے ہیں

و يزيد امير المؤمنين وحاله قبيح	اور یزید امیر المؤمنین جس کے اسلام میں برے

ف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو اعیان منافقین میں شمار کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں [illegible] (ج ۲ ص ۲۰۳) اور کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں ومن القرون الثلاثة التي كان من هو منافق او فاسق [illegible] ويزيد بن معاوية والمختار [illegible] (ایسے قرون ہو گزرے ہیں جو منافق یا فاسق تھے جیسے کہ حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار تھے)

الآثار في الإسلام، فقتل أهل	کر ڈالے ہیں۔ اس نے اپنی سلطنت کے آخری
المدينة وأفاضل الناس وبقية	دور میں حرّہ کے دن اہل مدینہ اور اکابر ترین اشخاص
الصحابة رضي الله عنهم يوم الحرة	اور بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا۔ اور اپنے
في آخر دولته، وقتل الحسين رضي	عہد حکومت کے اوائل میں حضرت حسین رضی اللہ
الله عنه وأهل بيته في أول دولته	تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا، اور
وحاصر ابن الزبير رضي الله عنه	مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ
في المسجد الحرام واستخف	عنہ کا محاصرہ کرکے کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی
بحرمة الكعبة والإسلام فأماته	کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں اس کو موت
الله في تلك الأيام، وقد كان	کا مزہ چکھایا۔ اس نے اپنے باپ کے عہد میں
غزا في أيام أبيه القسطنطينية	قسطنطنیہ کی جنگ میں شرکت کی تھی اور اس کا
وحاصرها (ص ۱۱۲ طبع مصر)	محاصرہ بھی کیا تھا

واضح رہے کہ "جمہرۃ انساب العرب" "خلافت معاویہ و یزید" میں محمود احمد عباسی کا خاص ماخذ ہے۔ عباسی صاحب نے جمہرۃ و ابن حزم کی بابت بڑی توجیہیں کی ہیں مگر اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ امام ابن حزم نے صاف تصریح کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا اصل قاتل یزید ہے کہ اسی کے حکم پر ان کی شہادت عمل میں آئی۔ اس دور کے عباسی جیسے یزید کو قتل حسین سے بری کرنے کے لیے جو ہیرا پھیری کرتے ہیں اور جس طرح کی الٹ پھیر داری میں مشغول ہیں۔

کتاب کا غلط حوالہ

(۱۴) "اردو داستان گو" صاحب "تحفہ" نے جلد الطولی کے حوالے سے جو بیان قائم فرمایا ہے کہ

" تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا گیا، یزید کیسا ہے؟ جواب دیا کہ جناب! ... حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ اس کو ... کے خیرہ ...

علی کے پاس تو نہیں مار رہے ہو، جن لوگوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا، اسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا

(اخبار الطوال)

(داستانِ کربلا ص ۲۳)

یہ "اخبار الطوال" میں کہاں ہے تصحیح نقل کرنا چاہیے۔ ہمارے سامنے "اخبار الطوال" کا جدید طبع شدہ نسخہ ہے جو ۱۹۶۰ء میں قاہرہ سے شائع ہوا اور عبد المنعم عامر نے متعدد قدیم نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی ہے اگر "داستان" کے صاحب کو اپنے دعویٰ کی صحت پر اب بھی اصرار ہو تو اصل عربی عبارت پیش کی جائے۔

صحابیِ رسول حضرت سلیمان بن صرد پر طعن

(۱۵) اور "داستانِ کربلا" کے صاحب نے "اخبار الطوال" کے حوالے سے لکھا ہے کہ

"کوفہ کے شیعانِ علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؓ، یزید کی بیعت سے بغیر مدینے سے مکہ آ گئے ہیں، تو انہوں نے سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہو کر مشورہ کیا اور عبداللہ بن سبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وداک سلمی کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسینؓ کو بھیجا کہ

"آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کو جو انصاری ہیں نکال دیں گے۔"

الخ

(داستانِ کربلا ص ۲۳)

تو واضح رہے کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں۔

وقد صحابی سلیمان بن صرد الخزاعی حضرت سلیمان بن صرد خزاعیؓ رضی اللہ عنہ

طبع قدیم میں جو صحت کی غلطی سے الخزاعی کی جگہ "الخزرجی" چھپ گیا ہے

[illegible]

صحابیا جلیلا نبیلا عابداً زاهداً،
روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
احادیث فی الصحیحین وغیرهما
وشهد مع علی الصفین
(ج ۶ - ۹
ص ۲۵۵)

جلیل القدر صاحبِ فضل و کمال عابد و زاہد صحابی تھے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں جو صحیحین وغیرہ میں منقول ہیں، وصفین کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ موجود تھے۔

ابن زیاد نے کوفہ میں جس طرح دار و گیر شروع کر رکھی تھی اور خوف و دہشت کا سماں پیدا کر کے ہر طرف سے جو ناکہ بندی کر دی تھی اس میں صحیح وقت تک مخلصین کو بھی واقعہ کا علم ہو سکا ہو اور موقع پر پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مل سکیں، کوفہ نے اور اس مرکز پہلے سے اندازہ تھا کہ یا تو شیعانِ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہیں روک کر اس صورت سے شہید کرا دیں گے، جیسے کہ خود اہلِ مدینہ کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح بیباکانہ شہید کر دینے کا خیال بھی نہ تھا، بہرحال کوفہ میں ایسے بہت سے مخلصین تھے جو دل سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوا خواہ تھے، مگر انھیں بر وقت آپ کی مدد کو پہنچنے کا موقع نہ مل سکا۔

انہی لوگوں میں یہ بھی تھے، لیکن بعد کو اس کوتاہی پر سخت نادم ہوئے اور شہید

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہے۔ محمود احمد عباسی کی تاریخ دانی یا افترا سازی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو وہ "سبائی لیڈر" بتاتے ہیں اور مسلم بن عقبہ مری کو جس کے ہاتھوں مدینہ پاک کی حرمت پامال ہوئی اور سینکڑوں صحابہ و تابعین کا قتلِ عام ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی ہونا ثابت کرنے کی سعی کی ہے، جب اس مسلم کا ذکر کرتے ہیں تو بجائے مسلم کے اس کو "مسرف" بتا "مجرم" کے برے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

میں چار ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر خونِ حسین کا انتقام لینے کے لیے شامیوں کے مقابلہ میں نکلے۔ یہ لشکر تاریخ میں "توابین" کے نام سے موسوم ہے۔ امیر لشکر توابین حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ "عین الوردہ" کے مقام پر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۶۵ھ کو عبیداللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ شروع ہوا اور تین دن تک دونوں لشکروں میں معرکہ کارزار گرم رہا۔ تیسرے روز ۲۴ جمادی الاولیٰ کو نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس وقت ان کی عمر ترانوے سال تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جنہوں نے آپ کو کوفہ سے نکال دینے ہی کے لیے لکھا تھا۔ مگر ناصبیوں کے ممدوح مروان نے تو اپنی حکومت کی ابتدا ہی حضرت نعمان کے قتل سے کی تھی چنانچہ امام ابن حزم ظاہری جمہرۃ انساب العرب میں رقمطراز ہیں

والنعمان بن بشير اول مولود	نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار میں پہلے
ولد في الانصار بعد الهجرة،	مولود ہیں جو ہجرت کے بعد پیدا ہوئے
افتتح مروان دولته بقتله و	مروان نے اپنی سلطنت کا افتتاح ان ہی
سيق اليه رأسه من حمص،	کے قتل سے کیا۔ حمص سے ان کا سر کاٹ کر
رضي الله عن النعمان ولا رضي	مروان کے پاس لایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نعمان
عن قاتله" (ص ۳۶۲)	سے راضی ہو اور ان کے قاتل سے راضی نہ ہو

یہ کبار صحابہ میں ہیں۔ جنگ صفین میں جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے ان کو یمن کا اور یزید نے کوفہ کا گورنر بنایا تھا۔ یزید کے بعد چونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کر لی تھی اور حمص والوں نے ان کو حمص کا والی بنا دیا تھا، اس لیے مروان نے ان سے جنگ کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔

"داستان گو" صاحب آگاہی کے آخر سے انجمن میں دو بچی داستان

اس واقعہ کے ہیں۔ اب ہم مختار ثقفی کے قصہ سے شروع کرتے ہیں

داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر

(۱۹) چنانچہ داستان گو صاحب نے واقعہ کربلا کے بارے میں جو داستان تصنیف فرمائی ہے اس کا آخری حصہ اس طرح ہوتا ہے

"خلیفہ یزیدؒ کی وفات سے حضرت مروانؓ کے خلیفہ ہونے تک وہ سال کی مدت بنتی ہے۔ اس مدت میں عبداللہ بن زبیر کا ذاتی خلافت اور خود اور جنگیں جاری رہیں۔ لیکن قتل حسین کے متعلق اس دوران میں کوئی آواز ایسی نہیں اٹھی جس میں خلیفہ یزید سے یہ کہ اس قتل کا ذمہ دار گردانا گیا ہو۔ علاوہ ازیں حضرت مروان کی خلافت کے قریباً [illegible] حضرت [illegible] کے [illegible] بعد پیچھے تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ بھی زندہ تھے۔ وہ اپنی خلافت کے مدعی تھے۔ عراق میں مختار ثقفی نامی ایک شخص کو وہاں آیا اور اس نے خون حسین کے انتقام کا جب پروپیگنڈہ شروع کیا۔۔۔ اس شخص نے دعوت و تبلیغ خود سے ایک گروہ اکٹھا کر لیا اور ۶۶ھ میں حضرت حسین کے قتل کے ۶ سال بعد خون حسین کے انتقام کا [illegible] خون حسین کے انتقام کا نعرہ بلند کیا گیا۔۔۔

خون حسین کے انتقام کا یہ سیاسی نعرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے [illegible] حکومت کی مخالفت میں گھڑا گیا اور پھر جس گروہ نے یا جس شخص

ل سابق میں گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت حسین کے بعد یزید کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور قتل حسین کے سلسلے میں اس پر نکیر کی تھی۔

سے کئی مسلمان حکومتوں میں خروج و بغاوت کے لیے کربلا میں اس نے قتل حسین کے نعرہ کو ہی اپنا منشور بنایا۔ اس کے بعد ہی اس واقعہ سے متعلق وہ تمام قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں جو آج تک شیعہ اور سنی فرقوں میں مشہور چلی آرہی ہیں۔ گرچہ اہل سنت کے محقق علماء نے ہمیشہ ان گھڑے ہوئے قصوں کا رد کیا ہے اور بہت سے اہل علم و محقق شیعہ عالموں نے بھی ان قصوں کو جھوٹا اور من گھڑت بتایا ہے۔

بہرحال یہ ہے کربلا کی سچی اور تاریخی داستان" (واقعات کربلا ص ۲۶ تا ۲۹)

ہم اس کھلی ہوئی افترا پردازی پر جس کو احمد حسین کمال "سچی اور تاریخی داستان" بتلاتے ہیں اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ

اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

بھلا اہل سنت کے محقق علماء میں سے کسی ایک عالم کا بھی نام لیا جا سکتا ہے جو اس بات کا قائل ہو کہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذمہ داری یزید کی اموی حکومت اور اس کے بدانجام عمال پر عائد نہیں ہوتی بلکہ آپ کے قاتل دراصل وہ آپ کے ساتھی کوفی رفقاء ہیں جو کہ سفر سے لے کر کربلا تک آپ کے ہمرکاب تھے اور جنہوں نے آپ ہی کی رفاقت میں میدان کربلا میں شربت شہادت نوش کیا اور پھر آپ کی شہادت کے ٹھیک چھ برس بعد آپ کے خون ناحق کی جھوٹی تہمت اس گروہ نے خلیفہ یزید اور اس کی حکومت کے کارندوں کے سر تھوپ دی گئی اور پہلا شخص جس نے یہ تہمت طرازی کی اور پھر اس کا غلط پروپیگنڈہ کیا وہ مختار ثقفی ہے چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک ساری امت سوائے مختار کذاب کے غلط پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اصل قاتلوں کی بجائے یزید بے چارہ کو برا بھلا کہتی چلی آتی ہے۔ اس جرأت کے ساتھ غلط بیانی ہمارے نزدیک کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ بالعکس

لیلیٰ کی کہانی نہیں، سبط پیغمبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان ہے اس میں افسانہ طرازی اور داستان گوئی، صحابہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے، ایسی نازیبا حرکت ساری اسلامی دنیا کی دل آزاری کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان ناصبیوں کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

حضرت علی و حسین کی تحقیر و توہین

(۱۷) "داستانِ کربلا" عقلی تھی تو قاعدہ کے مطابق "داستان گو" صاحب کو اپنی داستان واقعات کربلا پر ہی ختم کر دینا چاہیے تھی، مگر جس طرح کسی رافضی سے موقع بے موقع خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرا کیے بغیر نہیں رہا جاتا، یہی حال ان کے مقتدی ناصبیوں کا بھی ہے کہ یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تبرا کیے بغیر نہیں رہ سکتے اور "داستان گو" صاحب ان ناصبیوں کے نقیب ٹھہرے، پھر بھلا وہ کیسے اس سے باز رہ سکتے تھے، اس لیے انہوں نے واقعہ کربلا کا "پس منظر" بیان کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیر و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے اور دل کھول کر ان دونوں حضرات پر طعن و طنز کیا ہے۔ چنانچہ "داستان گو" کے الفاظ ہیں

> - ان شیعان علی نے حضرت علیؓ کو کبھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑایا کبھی حضرت معاویہؓ و حضرت عمرو بن عاصؓ کے خلاف کھڑا کیا اور پھر خود شیعان حضرت علیؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، آپ پر کفر کا فتویٰ عائد کیا، پھر وہاں پر حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کی، حتیٰ کہ چھپ کر ایک دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس سے حضرت علیؓ کی موت واقع ہو گئی۔"
>
> ("داستان کربلا" ص ۳۳)

خلک بہرحال گستاخ کیا خوب گویا نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ راشد نہیں، علم نبوی کے حامل نہیں، وراثت دینی سے بہرہ ور نہیں، فقہی مسائل سے آشنا نہیں، محض ناداں تھے کچھ کچھ رکھتے تھے۔ بس جو ان شیعوں کے کہنے میں آ کر کبھی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جا لڑے اور کبھی ان کے بہکانے سے جناب معاویہ و عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف لشکر کشی کرتے رہے۔ اور ان ان ناصبیوں کے بڑے بھائی خارجیوں کا کچھ ذکر نہیں، شاید دنیا میں ان کا وجود ہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہروان کے مقام پر جن لوگوں نے جنگ کی وہ خوارج نہیں بلکہ ان کو حسب [illegible] "شیعان علی" تھے جن کی تعداد [illegible] نے [illegible] ہو کر [illegible] حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ساتھ [illegible] علی شیعہ [illegible] قطعاً خارجی نہ تھا۔ جیسا کہ [illegible] کے داستان گو کی بھی اور تاریخی داستان کے مطابق "شیعان علی" کا ایک گروہ تھا [illegible] کیا کیجئے اس داستان گو کے، داستان ہو تو ایسی ہو کہ جس میں کہیں سچ کا شائبہ بھی نہ نکلے۔

ایک نئی روایت

(ص ۹۱) [illegible]

"در اصل یہ شیعان علی، قاتلین عثمان کا ہی گروہ تھا جو حضرت علی کے گرد جمع ہو گیا تھا۔ آپ کو خلیفہ بنایا اور خلافت کا مرکز مدینہ سے منتقل کرا کر کوفے لے گیا اور سبائیوں نے اس کے بعد حضرت علی کی خلافت کو مستحکم نہ ہونے دیا۔ انہیں کبھی حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے لڑوا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہ سے بھڑا دیا۔ جب حضرت علی نے چاہا کہ صلح صفائی کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں تو یہی شیعان علی نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے خلاف بغاوت کر دی اور بالآخر سازش کر کے [illegible]

(۵) حضرت علی پر ناکام حملہ کیا جس سے آپ جان بر ہو گئے۔

(داستانِ کربلا ص ۱۵)

(ا) معلوم ہوا ظالم و بے باک گستاخ (ونعوذ باللہ من ھذہ الخرافات) حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ "ان شیعانِ علی کے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ تھے" کسی مسلمان نے ان سے خلافت کی بیعت ہی نہیں کی، لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ مجلس عثمانی کے ناصبیوں کی طرح وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کریں "داستان گو" صاحب نے اپنی داستان میں یہ وضاحت نہیں کی کہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کس عقیدہ کے حامل تھے۔ اہل سنت کے عقائد رکھتے تھے یا اہل تشیع کے؟ جنہوں نے تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی خلافت کے بارے میں بے سروپا و کمزور روایات جمع کی ہیں، وہاں اگر وہ حضرت اس سلسلہ میں بھی سہو قلم فرما دیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا، امت کو ایک اور نئی بات معلوم ہو جاتی اور خود حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی شخصیت کے بارے میں بھی ان ناصبیوں کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا۔

(ب) یہ بھی تو بتائیے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کوئی ناصبی خلیفہ تھے مگر شیعانِ علی کے ہاتھوں میں جو در اصل قاتلانِ عثمان تھے بالکل بے بس تھے مگر اس کے باوجود ان سے چپکے ہوئے تھے، انہوں نے خلافت کا مرکز مدینہ سے منتقل کیا اور مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے، حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو خیر باد کہا اور ذرا خیال نہ آیا کہ کیا کر رہے ہیں یہ "شیعانِ علی قاتلانِ عثمان" جب چاہتے جس سے چاہتے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لڑاتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ہر وقت لڑنے کو موجود رہتے تھے کبھی انکار ہی نہیں کیا، جب ان لوگوں نے حضرت بی بی عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے لڑنے کو کہا ان سے لڑنے پہنچ گئے اور جب صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لڑائی کو کہا تو

وہاں آکر اکٹھے ہو گئے، گویا ابتداء خلیفہ بنتے ہی جماعت "شیعان علی" تا کلابی حمایت کے دعوں کمر بستہ ہو گئے تھے۔ (معاذ اللہ من ہذہ الاکاذیب)

(ج) یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اخیر عمر میں حضرت ممدوح نے چاہا بھی کہ آپس کی مسائی کے ساتھ مصالحت طے ہو جائیں تو ان "شیعان علی" نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے خلاف بغاوت کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک دن حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جاں بر نہ ہو سکے۔ "خوارج" کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر نہیں کیونکہ وہ اراکین "مجلس عثمان غنی" کے بڑے بھائی تھے۔ یہ ناصبی تو صرف حضرت ممدوح کی تحقیر و تجہیل پر اکتفا کرتے ہیں اور وہ ان سے دو قدم آگے نعوذ باللہ حضرت کی تکفیر کے مرتکب تھے۔ "مجلس عثمان غنی" کا فرض ہے کہ اپنے ان محبوب و محترم بھائیوں کی بھی پردہ پوشی کی جائے کرے۔ کیونکہ ان کا نام لینے سے خدشہ ہے کہ مسلمان ان کے سرداروں کی توہین کریں گے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے "مجلس عثمان غنی" کے یہ دیانتدار ناصبی کس کس طرح سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر تبرا کرتے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمان ان لوگوں کو شیعہ دشمنی سے دین کی خدمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ شیعوں کی دشمنی نہیں بلکہ حضرت علی و حسنین رضی اللہ عنہم سے اپنے بغض و عناد کا اظہار ہے۔

حضرت حسن کے بارے میں داستان سرائی

(۱۹) جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دو مسجع گو صاحب نے جو داستان سرائی کی ہے وہ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں

"حضرت علیؓ کے بعد ان شیعان نے حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو ان کا جانشین خلیفہ بنا کر باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم قائم کی۔ پھر اس گروہ نے حضرت حسن کے ساتھ بھی سرکشی شروع کر دی۔ آپ کی اہانت کی، آپ کو زخمی کیا، آپ کا سامان لوٹا، جسم پر سے کپڑے تک نوچ لیے،

تک ہی نہیں کہ گھر میں عورتوں کے سامان و بساط تک پر دست درازیاں کیں ، بالآخر حضرت حسن نے یہی مناسب سمجھا کہ ان "قاتلین عثمان" سے جو "شیعان علی" بن کر ہماری آڑ میں اپنا تحفظ کر رہے ہیں، ہمیں ہمارے بھائیوں اور بیٹوں سے لڑانے میں لگے ہوئے ہیں اور اب چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بھی بے وفائی اور شرارت سے باز نہیں آتے ہیں نجات حاصل کی جائے اور حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے تمام مسلمانوں کو ایک متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ قاتلین عثمان کو کیفر کردار تک پہنچائیں اور ان کی شر انگیزیوں سے امت محفوظ رہے۔ (داستان کربلا ص [illegible])

حضرت علی کے بعد یہی سلوک ان سبائیوں نے حضرت حسن کے ساتھ کیا، پہلے آپ کو اپنے والد حضرت علی کا جانشین بنا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر کچھ دن بعد آپ کی توہین کی اور آپ پر حملہ کیا، آپ کی ران زخمی کر دی اور آپ کا سامان لوٹ لیا، چنانچہ حضرت حسن ان کے اس طرز عمل سے بد دل ہو گئے اور سمجھ گئے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہی ہے، وہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تمام اہل عراق نے بھی بیعت کر لی۔ (داستان کربلا ص ۱۱۳)

معلوم ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی خلافت کی بیعت کرنے والے یہی "قاتلین عثمان" "شیعان علی" ہی تھے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خلیفہ راشد ماننے سے انکار کر دیں۔ پھر سنی خود کیوں آج تک ان دونوں حضرات کو خلیفہ راشد مانتے چلے آتے ہیں؟

نیز جس طرح ان "قاتلین عثمان" "شیعان علی" نے معاذ اللہ صحیح بزرگوں کی گستاخ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھلونا بنا کر جہاں کہیں سے چاہتے تھے جب چاہتے تھے حضرت کو زد پہنچ گئے اور حضرت عبداللہ [illegible] پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنا آلۂ کار بنانا چاہا مگر صاحبزادے باپ سے زیادہ ذہین نکلے اور معاملہ کی نزاکت جلد ہی پہنچ گئے۔ چنانچہ ان سے نجات حاصل کرنے کی یہی ایک صورت سمجھ میں آئی کہ

> "حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں مسلمانوں کا متفقہ خلیفہ بنا
> جائے تاکہ وہ قاتلین عثمان کو کیفر کردار تک پہنچائیں اور ان کی شر انگیزیوں
> سے امت کو بچائیں"

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے بسی اور مجبوری کا اس ناصبی داستان گو نے کیا سماں باندھا ہے۔ واقعی ڈاکٹر صاحب نے داستان گوئی کا حق ادا کر دیا۔ کیا مجال جو کوئی سچی بات درمیان میں آنے پائے۔ اپنے بزرگ و محترم ناصبیوں کے جرم کو بھی جن کی معنوی ذریت یہ ناصبی صاحبان ہیں یعنی "قاتلان عثمان شیعان علی" ہی کے نامۂ اعمال میں درج کر دیا۔ انہی خارجیوں نے اگر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو شہید، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا تھا، تو کیا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی نہیں کیا تھا؟ کیا وہ ان کی زد سے بچ گئے تھے؟ پھر ان کا ذکر کیوں نہ کیا؟

حضرت حسینؓ کی تحقیق

(۱۰) بہر حال داستان گو صاحب یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت حال سے کوئی سبق حاصل نہ کیا اور [illegible] ناحق اپنی جان گنوائی۔ جس کی تفصیل داستان گو صاحب کے الفاظ میں یہ ہے

> "حضرت حسین جب شہید ہوئے تو ان کی عمر ۵۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی

جو حق کا عہد گزر گیا تھا اور رجحان پا چکا تھا، حضرت حسین اس غدارانہ سلوک کو اسی طرح دیکھ چکے تھے جو شیعانِ علی نے ان کے والد حضرت علی کے ساتھ کیا تھا ۔۔۔ حضرت علی کے بعد یہی سلوک ان شیعان نے حضرت حسنؓ کے ساتھ کیا تھا۔ (ص ۱۲، ۱۳) حضرت علی کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن ان تمام حالات کو شروع سے دیکھتے چلے آ رہے تھے، قاتلانِ عثمان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے (ص ۷) ”قاتلینِ عثمانؓ“ کے گروہ کے نرغے سے جدا ہونے آپ کو ”شیعانِ علیؓ“ کہتے تھے، آپ نے خود کو دور رہے ہی فساد کو نکالا اور مدینہ منورہ جا کر قیام پذیر ہو گئے“ (ص ۹)

لیکن ”قاتلینِ عثمانؓ“ مایوس نہیں ہوئے اور حضرت علی کے اہلِ خاندان و بنی ہاشم کی نئی نسل کو خلافت کے مسئلہ پر اکسانے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی تنازع نہ اٹھ کھڑا ہو، اپنی وفات سے پیشتر ... اپنے بیٹے یزید کے لیے جانشینی کی بیعت عام لے لی۔ اس دوران کوفہ میں رہنے والے ”قاتلینِ عثمانؓ“ کے گروہ کے افراد حضرت حسینؓ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھے، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے۔ وہ لوگ آ آ کر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے (ص ۲۰، ۲۱)

سنہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہو گئی آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی (ص ۲۲) کوفہ کے شیعانِ علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین، یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں تو انھوں نے اس مضمون کا خط حضرت حسین کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے (ص ۲۳) حضرت حسین کا قتل اس

کوفیوں نے کیا جو آپ کو کوفے سے بلا کرتے تھے (ص ۲۲)

غرض جناب "داستان گو" صاحب کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود قاتلین عثمان کے ورغلانے میں آ کر اپنے والد بزرگوار کی طرح طلب خلافت میں جان دے دی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اگر وہ بھی اپنے برادر بزرگوار کی طرح "قاتلین عثمان" کے گروہ کے نرغے سے نکلتے اور اپنے اہل بیت کو نکال کر یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ ہے وہ تاثر جو "داستان گو" صاحب مسلمانوں کو "داستان کربلا" کے ذریعے دینا چاہتے ہیں

قاتلین عثمانؓ کے بارے میں ضروری تنقیح

(۲۳) یہ بات اچھی طرح ذہن میں رہنا چاہیے کہ "داستان گو" صاحب بار بار "قاتلین عثمانؓ" اور "شیعان علیؓ" کے الفاظ کی تکرار اس لیے کرتے ہیں تاکہ اہل سنت کے جذبات بھڑکا کر وہ اپنا الو سیدھا کریں۔ اور یہ وہ پروپگنڈا کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں غلط تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں

> "خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی المناک شہادت کے سانحہ نے امت مسلمہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ ان مسلمانوں پر مشتمل تھا جو حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچانا چاہتا تھا اور دوسرا حصہ ان مسلمانوں کا تھا جن میں قاتلین عثمان جا ملے تھے اور انہیں مسلمانوں کے پہلے گروہ سے لڑاتے رہنے کی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگوں کی اصل وجہ یہی تھی"
>
> ("داستان کربلا" ص ۲۶، ۲۷)

"داستان گو" کے اس فریب کو سمجھنے کے لیے تو "قاتلین عثمانؓ" کے معاملہ پر دو

کیجئے۔ قاتلین عثمان کے سلسلہ میں اصل تنقیح طلب یہ امر ہے کہ وہ تھے ہی "قاتلین عثمان" ہیں کون؟ کیا وہ چند شر پسند جو آپ کے مکان کی عقبی دیواروں سے کود کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو گئے تھے اور جنھوں نے اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا تھا؟ یا وہ سب حملہ آور جو آپ سے مسند خلافت سے کنارہ کش ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے

ظاہر ہے کہ اشرار اور قاتلانِ آپ کے قتل کے مجرم وہی اشخاص ہیں جو بلاواسطہ اس فعل شنیع کے مرتکب ہوئے یا خود آپ پر حملہ آور ہوئے یا آپ پر حملہ کرنے میں مدد کی، ایسے لوگوں کی تعداد خود "داستان گو" صاحب کے بیان کے مطابق پانچ افراد سے زیادہ نہیں، جن کو وہ شیعوں کی ضد میں "پنج تن" کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان پانچوں قاتلوں کے نام "داستان گو" صاحب نے یہ لکھے ہیں۔

(۱) محمد بن ابی بکر

(۲) کنانہ بن بشر

(۳) غافقی

(۴) عمرو بن حمق

(۵) سودان بن حمران

البتہ "داستان گو" صاحب نے کلثوم بن تجیب[1] نامی ایک شخص کو بھی قاتل لکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کس کا قاتل تھا۔ اگر اس کو بھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل قرار دیتے ہیں تو ان کی "پنج تنی" کی پھبتی غلط ہو جائے گی کیونکہ اب قاتل "پنج تن" کی بجائے "شش تن" بن جائیں گے۔ بہرحال ان مظلوموں میں حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ

---

[1] ملاحظہ ہو "داستان گو" صاحب کا "مجلس عثمانیہ" سے شائع کردہ کتابچہ "حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟" (ص ۷-۸)

تو سبائی ہیں اور محققین محدثین کی تصریح کے مطابق کسی صحابی رسول کی شرکت قتل عثمان میں ثابت نہیں۔ اسی طرح محمد بن ابی بکر صدیق کے متعلق بھی یہ صحیح ہے کہ وہ قتل کے ارتکاب میں شریک نہ تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی ضرور پکڑی تھی لیکن جب حضرت عثمان نے یہ فرمایا کہ بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ حرکت پسند نہ آتی۔ یہ جملہ سننے کے ساتھ ہی وہ شرما کر پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ پر دست درازی سے روکنے کی کوشش کی، لیکن کچھ بھی نہ چلا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ناصبی اپنے امام یزید اور مروان کو تو ہر طرح بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے خلاف جو کچھ تاریخ اسلام میں مذکور ہے اس کو سبائیوں کی بنائی باتیں بتاتے ہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکرؓ کو قتل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک بنانے کے درپے ہیں صرف اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لے پالک تھے اور شیعہ بھی ان کو اپنا ہیرو مانتے ہیں اور ان پر "قتل عثمان" کی غلط تہمت جوڑتے ہیں جو خلاف واقع ہے۔ ناصبیوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برادر نسبتی ہونے کی وجہ سے "خال المومنین" کہتے ہیں اسی رشتہ سے ان کو بھی "خال المومنین" کہا کریں اور ان کا ادب کیا کریں کیونکہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔

سودان بن حمران اور کلثوم تجیبی دونوں موقع پر ہی حسب تصریح حافظ ابن کثیر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے۔[1] اب صرف غافقی اور کنانہ بن بشر دو شخص رہ جاتے ہیں جو موقع واردات سے کسی طرح فرار ہو گئے تھے

---

[1] ملاحظہ ہو "البدایہ والنہایہ" ج ۷ ص ۱۸۸، ۱۸۹

سے کوئی بھی قتل ہونے سے بچا ہو۔ ابن جریر طبری نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ قاتلوں میں سے کوئی شخص بھی قتل ہونے سے نہ بچ سکا[1]

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب مسند آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ اسی واقعہ کی تحقیق تھی۔ لیکن دقت یہ تھی کہ نہ تو اولیائے مقتولوں میں سے کسی نے اس وقت دربار خلافت میں استغاثہ دائر کیا اور نہ قاتلین میں سے کوئی موجود تھا، نہ قتل کی عینی شہادت کسی کے خلاف فراہم ہو سکی۔ اب کاروائی کی جاتی تو کس کے خلاف کی جاتی۔ علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ

علی عاجز عن [illegible] قتلة	حضرت علی قاتلین عثمان کو قتل
عثمان لان [illegible]	کرنے سے معذور تھے کیونکہ
([illegible]	قصاص لینے کے لیے جو شرائط
[illegible])	ضروری ہیں وہ موجود ہی نہ تھیں

ظاہر ہے کہ جب اصل قاتلوں کا پتہ ہی نہ چل سکے تو پھر قصاص کس سے لیا جائے۔ یہ مانا جو ہوں ان لوگوں کے متعلق جو بالواسطہ اس فعل شنیع کے مرتکب ہوئے تھے [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ [illegible] گیا تھا ان کی حیثیت قتل سے زیادہ ذمہ داری کی [illegible] بیٹھے تماشا دیکھا۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے "میں [illegible] لکھا ہے۔ باغیوں کے بارے میں خود اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ بغاوت سے باز آجانے کے بعد ان کو بغاوت کی پاداش میں سزا نہیں دی جائے گی۔ نیز آغاز بغاوت میں بھی جب تک وہ لوگوں کی جان و مال سے تعرض نہ کریں ان کو باغی نہ شمار کیا جائے گا سمجھایا جائے گا۔ ان کے شبہ کے ازالہ

---

[1] [illegible] الاستیعاب ج [illegible] ص ۱۸۸، ۱۸۹

کی کوشش کی جائے گی کہ وہ فساد و بغاوت سے باز آ جائیں، ہاں اگر وہ قتال قبل اس سے باز آئے اور انہوں نے اس سرزمین میں پیش دستی کی یا باغی لشکر جنگ کرنے کو موجود ہو گئے، تو پھر ان سے قتال واجب ہے جب حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں خلفاء راشدین کے طرز عمل پر نظر ڈالیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی محاصرہ کے وقت بھی باغیوں کو زبانی فہمائش ہی پر اکتفا کی اور ہر طرح ان کے شبہات کے ازالہ کی کوشش فرمائی کیونکہ اس وقت تک ان کا معاملہ صرف وقت کے خلاف مظاہرہ سے آگے نہ بڑھا تھا۔ اگرچہ یہ شر پسند جتھہ تعداد میں پانچ ہزار سے زیادہ تھی، اچانک مشتعل ہو گئے وہ چیونٹیوں کی طرح ٹڈی دل کی طرح ٹوٹ پڑے آپ کی حویلی کی چھت پر کود گئے اور بالاخانہ میں داخل ہو کر آپ کو شہید کر ڈالا، اس کے بعد بھی وہ پھیلا رہے گئے، بلکہ کوئی پانچ دن تک مدینہ کے امیر بنے رہے پھر بعد ازاں جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مدینہ کے تمام مہاجرین و انصار نے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی تو ان مظاہرین نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر کے آپ کی اطاعت اختیار کر لی، خلافت قائم ہو جانے کے بعد اب باغیوں سے بازپرس کا سوال ہی سامنے آیا ہو گا تو بیان سے آگے تصریح کی ہے۔

أو لأنه لباغي بمنزلة للإسلام من الحربي في إفادة العصمة والحرمة (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، باب البغاة)	جان و مال کی حفاظت اور اس کے حصول کے سلسلہ میں اس کے قول کر لینے اور حربی کافر کے اسلام لے آنے کا ایک ہی حکم ہے، دونوں کی جان اور مال سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا)

پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ان باغیوں نے امام نہیں بنایا تھا، بلکہ حضرات مہاجرین و انصار نے آپ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا تھا اور آپ کا حق تھا کہ

تو درحقیقت اسی روز متعین ہو گیا تھا جس روز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انعقاد ہوا۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنی وفات کے وقت خلافت کا مسئلہ چھ حضرات میں دائر کر دیا تھا اور ان حضرات نے حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دو حضرات کو اس کیلئے نامزد کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس منصب جلیلہ کے لیے سب حضرات کی نظروں میں متعین ہیں۔ لہٰذا جس اجماع کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے لیے متعین ہوئے اسی اجماع نے اس منصب کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو متعین کیا یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منصب جلیلہ کو قبول کرنے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کی، مدینہ طیبہ کی آبادی آپ سے بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑی۔ چنانچہ امام ابن حزم ظاہری "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں فرماتے ہیں۔

ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما دعی الی	بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
نفسہ بعد قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت
عنہ سارعت طوائف المهاجرین	کے بعد جب اپنے لیے حق خلافت کا
والانصار الی بیعتہ۔	اظہار فرمایا تو تمام مہاجرین و انصار جوق
(ج ۴ ص ۱۰۲)	در جوق آپ کی بیعت پر ٹوٹ پڑے۔

اور پھر آپ سے بیعت کرنے کے بعد ان حضرات مہاجرین و انصار نے جس جاں نثاری کا ثبوت دیا اس کا اظہار امام موصوف نے ان الفاظ میں کیا ہے

اذ دعا الی نفسہ فقامت	پھر جب جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
معہ طوائف من المسلمین	اپنی طرف دعوت دی مسلمانوں کی بڑی

عظیمة و بذلوا دماءهم و مهجهم دونه، و رأوه صاحب الامر و الاولى بالحق ممن نازعه۔

(ج ۲ ص ۱۴)

ٹوٹی جاتی تھیں آپ کے ساتھ وفادار رہے اور آپ پر اپنی جانیں قربان کردیں یہ سب حضرات اس وقت آپ ہی کو اپنا امیر مانتے اور جو لوگ آپ سے برسرِنزاع تھے ان کے مقابلے میں آپ ہی کو حق پر جانتے تھے

اور آگے چل کر لکھتے ہیں

الذین بایعوه بعد ذلک و صاروا تحت حکمه، و قتلوا انفسهم دونه، (ج ۲ ص ۱۰)

وہ حضرات جنھوں نے شہادت عثمان کے بعد آپ سے بیعت کی جبکہ خلافت آپ ہی کا حق تھا اور پھر آپ کے لیے اپنی جانیں قربان کردیں

یہی حضرات مہاجرین و انصار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رفقاء و جاں نثار تھے جن کو ناصبی "شیعانِ علی" و "قاتلین عثمان" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

شیعہ مخلصین کون ہیں

(۴۲) رہا "شیعانِ علی" کا مسئلہ تو واضح رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شیعہ مخلصین یہی حضرات اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، یہی آپ کو خلیفہ راشد مانتے ہیں یہی آپ کی نسبت روحانی اور آپ کے علم کے حامل ہیں غور فرمائیے، تصوف اسلامی کے اکثر و بیشتر سلسلے حضرت ممدوح ہی کی طرف منسوب ہیں، فقہ حنفی کا دارومدار زیادہ تر حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتاویٰ پر ہی ہے اہل سنت کی کتب احادیث میں تمام خلفاء راشدین سے زیادہ آپ کی مرویات ہیں۔ فرقۂ شیعہ نصیریہ، سبائیہ، اثنا عشریہ وغیرہ کا اپنے آپ کو "شیعانِ علی" کہنا یکسر محض غلط ہے، ان لوگوں نے نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا، نہ آپ کی تعلیم کو محفوظ رکھا اور نہ یہ آپ کی نسبت کے حامل ہیں، نہ ان کا حضرت موصوف سے کوئی تعلق تاریخ میں ثابت ہے اس سلسلہ میں مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو تحفہ

اثنا عشریہ مولانا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے مراجعت کرنی چاہیے تاکہ حقیقت حال معلوم ہو جائے[1]

اس میں شک نہیں کہ شیعوں کے تینوں فرقے مائل بہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خود باللہ خدا مانتے ہیں اور تفضیلی تبرائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو [illegible] سب و شتم کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام معصوم سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صاف تصریح کر دی تھی اور تفضیلیہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتاتے ہیں ان تینوں فرقوں کا آپ کے زمانہ خلافت میں ظہور ہو چکا تھا۔ جس طرح کہ خوارج کا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر کہتے ہیں [illegible] تھے اور نواصب بھی جن کا کام صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور آپ کے خاندان سے عناد کا اظہار ہے۔ لیکن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ان سب گمراہ فرقوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ ملاحظہ ہو

---

[1] [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] رضی اللہ [illegible] قرآن و حدیث [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible]

شیعہ کی زبان سے سنیے

وقد عاقب علی بن ابی طالب الطوائف الشیعة الثلاثة، فانه حرق الغالیة الذین اعتقدوا الالهیة بالنار، وطلب قتل ابن سبا لما بلغه انه یسب ابا بکر و عمر فهرب منه، وروی عنه انه قال لا اوتی باحد یفضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری و قد تواتر عنه انه قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر ثم عمر، و لهذا کان صحابة الشیعة متفقین علی تفضیل ابی بکر و عمر علیه

(فتاوی ابن تیمیہ ص ۴۸)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے شیعوں کی ان تینوں پارٹیوں کو سزا دی چنانچہ جو ان میں غالی تھے آپ کی الوہیت کے قائل تھے ان کو آگ سے قتل کیا، اور ابن سبا کے بارے میں جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیتا ہے تو آپ نے اس کو قتل کرنے کے لیے طلب فرمایا، مگر وہ فرار ہو گیا۔ اور آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص میرے سامنے اس خیال کا پیش کیا گیا کہ وہ مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو مفتری کی حد (اسی کوڑے) لگاؤں گا۔ اور یہ تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور پھر عمر ہیں۔ آپ کے معاصر صحابہ و خاص رفقاء یعنی اہل سنت اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر حضرت علی سے افضل تھے

لے واضح رہے کہ [illegible] ابن تیمیہ کے ان فتاوی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] یہ فتاوی [illegible] کے نام سے شائع ہوا ہے۔ [illegible] مترجم جناب ڈاکٹر [illegible] احمد صاحب [illegible] عربی [illegible]

اور خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فلما قتل عثمان و تفرق الناس ظهر اهل البدع و الفجور، و حينئذ ظهرت الخوارج مكفرة علي بن ابي طالب و عثمان و من والاهما حتى قاتلهم امير المؤمنين علي بن ابي طالب بما امر الله به و رسوله و ... و قتل الخوارج ... على تأويلهم ثم اقتتلوا في ذلك كما اقتتلوا في الجمل و صفين۔ (ص ۲۰۹)

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے اور لوگوں میں افتراق پیدا ہوا تو اہل بدعت و فجور کا ظہور ہوا اور اسی زمانہ میں خوارج بھی ظاہر ہوئے جنہوں نے حضرت علی بن ابی طالب اور اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے حامیوں کی تکفیر کی تا آنکہ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے قتال کیا ... لوگوں سے اندرونی ... سارے صحابہ خوارج سے قتال پر متفق تھے، جنگ جمل و صفین کی طرح اس بارے میں ان میں باہم کوئی اختلاف نہ تھا۔

بہرحال حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جتنی بھی ... سیاسی قدامت کیے ان میں ان نام نہاد شیعان علی کا کوئی دخل نہ تھا۔ ان سب حضرات کے اصل فدائی درحقیقت شہدائے اسلام کی تعظیم و قدر کرنے والے وہاں سے صحیح محبت رکھنے والے ہمیشہ سے حضرات اہل السنۃ والجماعۃ چلے آ رہے ہیں اور وہی ان کے اصل حبدار ہیں، ناصبیوں کو تو ان حضرات سے بغض ہے اور ان نام نہاد "شیعان علی" کو ان کی محبت میں وہ غلو ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، ناصبی اور رافضی دونوں جادۂ حق سے دور ہیں۔ صراط مستقیم پر حضرات اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔ غرض یہ بات خوب یاد رکھیے اور ... کے بارے ... حضرت علیؓ اور عثمانؓ کے اتفاق کی رٹ لگانے سے ... دھوکہ کھا گئے ہیں

کا مضمون الفاظ کے بار بار دہرانے سے سوائے ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں ہے۔

باقی "داستان گو" صاحب نے جو بار بار یہ تکرار کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو "ان شیعانِ علی" نے کبھی حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے لڑوا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہ سے جا لڑایا" سو محض لغو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جنگیں بغاوت کو فرو کرنے کے لیے کی تھیں وہ امام راشد تھے انہوں نے جو جہاد کیا ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ہے۔ حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو غلط فہمی ہوئی، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائل کیا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اسی وقت میدان مصاف سے اپنی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور لشکر سے نکل کر چل دیئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو ان کو جاتے دیکھا تو وہ بھی فوراً میدانِ جنگ سے ہٹنے لگے، لیکن مروان نے ان کو جاتے دیکھ کر ان کے گھٹنے میں ایسا تیر مارا کہ ان کا کام تمام ہو گیا، تاہم ان میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لشکری کے ہاتھ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر کے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو جنگ جمل میں اپنے شریک ہو جانے پر اس قدر رویا کرتی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔ یہ سب باتیں کتب احادیث میں مصرح ہیں، صفین میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابل ہوئے ان کے بارے میں احادیث متواترہ میں "فئۃ باغیۃ" کے الفاظ آئے ہیں، جس کے معنی "باغی جماعت" کے ہیں۔ غرض جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کی وہ یا تو غلط فہمی کی وجہ سے کی جیسے کہ اہل جمل تھے یا پھر ان سے دانستہ یا نادانستہ طور پر غلطی ہوئی جیسے کہ بغاۃ شام، بہرحال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام جنگوں میں برسرِ حق تھے اور ان کے مخالفین خطا پر، پھر اس میں یہ تاثر دینا کہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ اپنے شیعان کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے تھے، ناصبیوں کی بکواس ہے۔ حافظ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں

ولو قدح رجل فی علی بن ابی طالب	اگر کوئی شخص حضرت علی بن ابی طالب
بانہ قاتل معاویۃ و اصحابہ و	رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں جرح کرنے
قاتل طلحۃ و الزبیر لقیل لہ علی	لگے کہ انہوں نے معاویہ اور ان کے اصحاب
بن ابی طالب افضل و اولیٰ	سے قتال کیا اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی
بالعلم و العدل من الذین	اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی جنگ کی تو اس
قاتلوہ فلا یجوز ان یجعل	سے کہا جائے گا کہ علی بن ابی طالب رضی
الذین قاتلوہ ہم العادلین	اللہ عنہ علم اور عدل کے اعتبار سے ان تمام
وہو ظالم لہم۔	لوگوں سے جو ان سے برسرِ جنگ ہوئے
(منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام	افضل و اولیٰ تھے لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ
الشیعۃ والقدریۃ ج ۲ ص ۱۹۰	جنہوں نے حضرت علی سے قتال کیا، بس
طبع مصر ۱۳۲۲ھ)	وہی عادل ٹھہریں اور حضرت علی ظالم۔

اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔

ومذہب اہل سنت آنست کہ حضرت	اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ حضرت
امیر در محاربات خود بر حق بود و مصیب	امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اپنی جنگوں میں حق
و مخالفان او بر غیر حق و مخطی۔	پر تھے اور صواب پر اور آپ کے مخالف
(ص ۲۱۱ طبع نول کشور لکھنؤ ۱۳۲۲ھ)	ناحق پر اور خطا کار۔

ناصبی جو چاہیں بکتے رہیں، حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس دور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الاعلیٰ کا گروہ اس امت کے بہترین افراد میں تھے، چنانچہ صحیحین میں خوارج کے سلسلہ میں جو حدیث وارد ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

ويخرجون على خير فرقة من الناس	یہ خارجی ان لوگوں کے خلاف اٹھیں گے
قال ابو سعيد اشهد انى سمعت	جو سب سے بہتر جماعت ہوگی۔ ابو سعید خدری
هذا الحديث من رسول الله صلى الله	رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں
عليه وسلم واشهد ان على بن ابى	کہ میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
طالب قاتلهم وانا معه۔	کی زبان مبارک سے سنا ہے اور میں گواہی دیتا
(مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعجزات	ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے
الفصل الاول ص ۵۳۵)	ان سے جہاد کیا اور میں بھی اس جہاد میں آپ کے ہمراہ تھا

حضرت حسن کے بارے میں افتراء پردازی (۲۳)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جن خیالات کا ان داستان گو لوگوں نے اظہار کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ حافظ ابن حزم ظاہری نے "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں تصریح کی ہے کہ

ومع الحسن ازيد من	حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک لاکھ سے
مائة الف عنان يموتون	زائد ایسے شہسوار تھے جو آپ کے آگے جان فدا
دونه (ج ۴ ص ۱۵۱)	کرنے کو تیار تھے۔

اور اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں اس حدیث شریف کے ذیل میں جس میں یہ مذکور ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار خطبہ دے رہے تھے اسی اثنا میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آ گئے تو آپ نے ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا

ابني هذا سيد ولعل الله ان	میرا بیٹا "سید" ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ
يصلح به بين فئتين من المسلمين	اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح
(ج ۱۳ ص ۵۴)	کرا دے گا۔

اس حدیث کے فوائد کو شارح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفی هذه القصة من الفوائد: علم من اعلام النبوة، ومنقبة الحسن بن علي فانه ترك الملك لا لقلة ولا لذلة ولا لعلة بل لرغبة فيما عند الله لما رآه من حقن دماء المسلمين فراعى أمر الدين ومصلحة الامة۔

(ج۔۱۳، ص ۴۵)

اس واقعہ میں جو فوائد ہیں ان میں ایک تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی نشانی ہے کہ آپ کی پیشین گوئی کا ظہور ہوا، دوسرے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منقبت معلوم ہوئی کہ آپ بغیر کسی قسم کی کمی یا کسی طرح کی ذلت کے یا کسی نوع کی علت کے، خالصۃً لوجہ اللہ سلطنت سے دستبردار ہو گئے کیونکہ آپ نے محسوس کیا کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کی خون ریزی سے بچ جائیں گے، لہٰذا آپ نے دین اور مصلحتِ امت کی رعایت فرمائی۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت باوجود باغی ہونے کے زمرۂ مسلمین سے خارج نہ تھے، جیسا کہ خوارج یا روافض کا خیال ہے یہ بھی واضح رہے کہ حضرات اہل سنت والجماعت روافض کی طرح کہ وہ ائمہ اثنا عشر کو معصوم سمجھتے ہیں کسی امتی کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ کسی صحابی سے بھی اگر کوئی غلطی ہو جائے تو وہ غلطی کو غلطی ہی کہتے ہیں اور ان کی اسلامی صداقت اور شرف صحابیت کی بناء پر ان کے احترام میں کوئی کمی نہیں کرتے۔

جن لوگوں نے حضرت علی سے جنگ کی ان کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

علامہ احمد بن علی مقریزی نے اپنی مشہور تصنیف الخطط والآثار میں اہل سنت کے عقائد کے ترجمان امام ابو الحسن اشعری کا جو عقیدہ اس باب میں نقل کیا ہے اور جس پر تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے وہ یہ ہے۔

والأئمة مترتبون في
الفضل ترتيبهم في الإمامة، ولا
نقول في عائشة وطلحة والزبير
رضي الله عنهم إلا
أنهم رجعوا عن الخطأ،
وقيل إن طلحة والزبير
من العشرة المبشرين
بالجنة، وكذا نقول في
معاوية وعمرو بن العاص
إنهما بغيا على الإمام
الحق علي بن أبي طالب
رضي الله عنهم فقاتلهم
مقاتلة أهل البغي و
القول بأن أهل النهروان
الشراة هم المارقون من الدين
وإن عليا رضي الله عنه
كان على الحق
في جميع أحواله و
الحق معه حيث دار

(ج ۵ ص ۲۶۰ جلد مرقاة
مصر [illegible])

فضیلت کے اعتبار سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم
میں وہی ترتیب ہے جس ترتیب سے وہ اس منصب
رفیع پر فائز ہوئے اور حضرت عائشہ طلحہ و زبیر رضی
اللہ عنہم کے بارے میں ہم اس کے سوا کچھ نہیں
کہہ سکتے کہ ان حضرات نے اپنی خطا سے جو جنگ
جمل میں سرکشی کی بنا پر ان سے ہوئی تھی، رجوع کر
لیا تھا اور میں اس کا قائل ہوں کہ حضرت طلحہ و
زبیر رضی اللہ عنہما ان دس حضرات میں سے
تھے جن کو جیتے جی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جنت کی بشارت دی تھی اور میں معاویہ اور عمرو بن
عاص کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ ان دونوں
نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے
خلاف بغاوت کی تھی جو امام برحق تھے اور حضرت
[illegible] کی طرح خلف [illegible]
جس طرح [illegible] سے [illegible] میں یہ بھی
کہتا ہوں کہ اہل نہروان جو اس امر کے قائل تھے
کہ [illegible] سے [illegible] کے [illegible] آپ نے
بیچ دیا ہے [illegible] دین سے خارج ہو گئے تھے
اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تمام حوادث
میں حق پر تھے اور آپ جدھر قدم بھی اٹھاتے حق
آپ کے ساتھ تھا۔

نواصب تقیہ سے باز آئیں

افسوس ہے کہ مجلس عثمان غنی ؓ کے ناصبیوں نے یہ کتابچہ شائع کرنے کی بجائے دشمنی کی اتباع کو پسند کیا اور محمود احمد عباسی کو اپنا مرشد بنایا۔ یہ دونوں کتابچے اجتہاد سب عثمان غنی کمیٹی اور کمیٹی ... داستان کربلا کتب کا مرقع ہیں۔ نفاق فطاہر ہے کہ خود کو اہل سنت والجماعت ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی مسجدوں میں امام بنے ہوئے ہیں مگر شخصی آزادی کے اس دور میں ان کو تقیہ کی چادر اپنے سر پر ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ صاف کھل کر کہنا چاہیے کہ ہم یزید و مروان کی امامت کے قائل ہیں۔ یزید کو حسین سے، مروان کو عبداللہ بن زبیر سے اور معاویہ کو علی مرتضیٰ سے افضل مانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک علی و حسین رضی اللہ عنہما مستحق تعظیم نہیں۔ اس لیے ہم ان پر طعن و تشنیع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں جس طرح روافض کو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرا کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح علی و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان حضرات پر تبرا کرنے کا ہم کو بھی حق ہے۔ ہم نے علی و آل علی کے بغض و عناد کا جھنڈا نصب کر رکھا ہے۔ اس لیے ہم ناصبی ہیں۔ تاریخ میں ناصبیوں کا یہ لقب پہلے سے موجود ہے اس میں خواہ شرمانے اور جھجکنے کی کوئی بات نہیں جرأت کی ضرورت ہے۔ علانیہ کہنا چاہیے کہ مروان الحمار کے قتل پر جب مشرق سے ان کی حکومت کا جنازہ نکل گیا تھا تو اس مکتب فکر کے لوگ ختم ہو گئے تھے، لیکن اب پھر اسی دور میں کے بعد مروان الحمار کی یادگار ہم لوگ ہی ہیں جو محمود احمد عباسی کی تحقیقات سے متاثر ہو کر اس کو اپنا "امام و شیخ الاسلام" سمجھتے ہوئے اس مکتب فکر سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اسی نام سے جانا اور پہچانا چاہیے۔ اگر ان ناصبیوں نے ایسا ہی کیا اور جماعت کے ساتھ جو اپنے تشخص کا اظہار کر دیا تو وہ اس نفاق سے بچ جائیں گے جس میں آج کل وہ مبتلا ہیں اور مسلمان بھی ان کا اصلی چہرہ پہچان لیں گے۔

یزید کے کرتوت حدیث کی روشنی میں

اب ہم آخر میں مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث پر اپنی تنقید کو ختم کرتے ہیں جو "باب الایمان بالقدر" کی فصل ثانی میں ان الفاظ میں مرقوم ہے۔

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم ستّة لعنتهم ولعنهم الله وکل نبی یجاب الزائد فی کتاب الله، والمکذّب بقدر الله والمتسلّط بالجبروت لیعزّ من اذلّه الله ویذلّ من اعزّه الله والمستحلّ لحرم الله والمستحلّ من عترتی ما حرّم الله والتارک لسنّتی رواه البیهقی فی المدخل ورزین فی کتابه۔	حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ چھ آدمی ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے ایسے شخص یہ ہیں، اول وہ کہ جو کتاب اللہ میں زیادتی کرے۔ دوسرے وہ جو تقدیر الٰہی کا منکر ہو، تیسرے وہ جو جبر و ظلم سے مخلوق خدا پر مسلط ہو جائے تاکہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلت دی ہو اسے عزت دے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہو اسے ذلیل کرے، چوتھے وہ جو اللہ تعالیٰ کے حرم پاک کو بے حرمت کرے، پانچویں وہ جو میری عترت کی بے حرمتی کو حلال جانے چھٹے وہ جو میری سنت کا منکر ہو۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے المدخل میں اور محدث رزین عبدری نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔
(ص ۲۲)	

اس حدیث کی روشنی میں اب خود یزید کی زندگی پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہوگا کہ

اس میں بہت سی لغو باتیں جمع ہو گئی تھیں۔

(۱) اس کا فاسق و فاجر اور ملوک صفت ہونا تو بہ تواتر ثابت ہے جس طرح رستم کی شجاعت، حاتم کی سخاوت مشہور ہے اس سے زیادہ یزید کا ظلم و ستم اور اس کا فسق و فجور مشہور ہے۔

(۲) وہ جبر و زبردستی سے حکومت پر مسلط ہو گیا تھا، اس نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک خلقت کو ذلیل کیا اور ناحق ان کا خون بہایا۔

(۳) اس نے نہ صرف حرم کعبہ کی بے حرمتی کی اور اس پر فوج کشی کی، بلکہ حرم نبوی کو بھی تین دن کے لیے اپنی فوج کے لیے بالکل حلال کر دیا کہ وہ جو چاہے وہاں کرے، چنانچہ یزیدی لشکر نے تین دن تک حرم نبوی میں وہ فساد مچایا کہ پناہ بخدا! سینکڑوں صحابہ و تابعین کے علاوہ دوسرے انصار و مہاجرین کا ناحق قتل عام ہوا، لوٹ مار اور قتل و غارت کا یہ عالم تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی میں کوئی نماز نہ ہو سکی، چنانچہ مشکوٰۃ میں "باب الکرامات" میں منقول ہے۔

وعن سعید بن عبد العزیز قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقم، ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ الدارمی (ص ۵۴۵)	حضرت سعید بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ فتنہ حرہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں تین دن تک نہ اذان ہوئی نہ اقامت، اور اکیلے حضرت سعید بن المسیب تھے جو مسجد ہی میں رہے، وہ بھی نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ہلکی سی آواز سے جو قبر نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) سے وہ سنا کرتے تھے۔ اس روایت کو امام دارمی نے نقل کیا ہے۔

(۴) اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کو جس طرح اس نے خاک

میں یزید اور ابن زیاد پر لعن و طعن عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ان کی مشہور و معروف کتاب "تاریخ الخلفاء" میں کربلا کے حادثہ فاجعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔

لعن اللہ قاتلہ و ابن زیاد معہ و یزید ایضاً	اللہ تعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل پر لعنت کرے اور اس کے ساتھ ابن زیاد پر اور یزید پر بھی۔
(ص ۲۰۸ طبع [illegible])	

دعا ہے کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہماری اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ایمان کے ساتھ اہل بیت و صحابہ کرام کی محبت پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

محمد عبد الرشید نعمانی

شنبہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

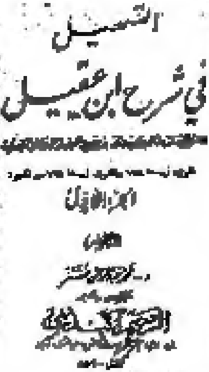

التسهيل

في شرح ابن عقيل

الجزء الأول

مقامات حريري

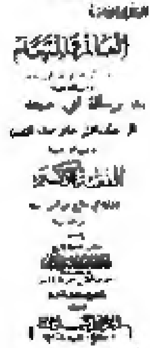

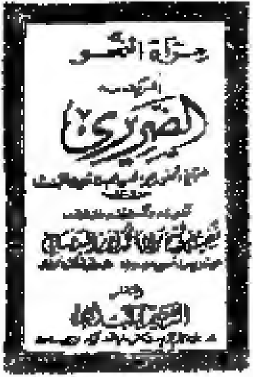

هداية النحو

الآجرومية

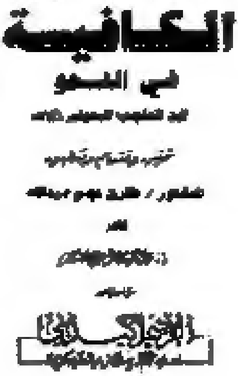

الكافية

في النحو

مطبوعات الرحيم اکیڈمی

① تفسير يعقوب چرخي

[illegible]

[illegible]

[illegible]

② [illegible]

[illegible]

③ اللآلى المنثورة في الأحاديث المشهورة

[illegible]

④ نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر

[illegible]

[illegible]

⑤ مقامات حريري : [illegible]

[illegible]

⑥ المدخل [illegible]

[illegible]

⑦ [illegible]

[illegible]

⑧ [illegible]

[illegible]

⑨ التبيان في آداب حملة القرآن :

[illegible]

⑩ فتح الكريم [illegible]

[illegible]

⑪ الأربعين النووي : [illegible]

⑫ جامع [illegible]

[illegible]

○ [illegible]

[illegible]

⑬ [illegible]

⑭ [illegible]

[illegible]

[illegible]

○ [illegible]

[illegible]

○ [illegible]

[illegible]

○ [illegible] : [illegible]

[illegible]

[illegible] الفقه الأكبر : [illegible]

[illegible]

زاد المتقين [illegible]

[illegible]

○ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

○ [illegible]

[illegible]

[illegible]

○ [illegible]

○ [illegible]

○ [illegible]

○ [illegible]

[illegible]